قال اللہ تعالیٰ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللہَ عَلَیْہِ

ترجمہ: کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے۔ (بیان القرآن)

رسالہ

ضمیمہ فضائل رمضان

المعروف بہ

اکابر کا رمضان

جس میں

اکابر کرام اور مشائخ عظام

نور اللہ مراقدہم کے ماہ مبارک کے مختلف معمولات

نہایت شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیے گئے ہیں

مصنفہ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دام مجدہم

ناشر

ناظم کتب خانہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارنپور

فہرست مضامین رسالہ اکابر کا رمضان

مضمون	صفحہ
مکتوب زکریا بنام خواجہ عزیز الحسن مرحوم	۳
معمولات حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ	۵
معمولات قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہ	۱۸
حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قرآن پاک سنانا	۲۰
معمولات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ	۲۲
معمولات سید الطائفہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ	۲۳
معمولات اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ	۲۴
معمولات حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
معمولات حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹
معمولات حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۴۱
معمولات حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ	۴۹
معمولات حضرت اقدس والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۶۰
معمولات حضرت چچا جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ	۶۶

ناشر ناظم کتب خانہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اکابر کے چند معمولات فضائل رمضان کی ابتداء میں گذر چکے ہیں۔ اس کے بعد آپ بیتی لکھتے وقت بعض دوستوں کی درخواست پر میں نے حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے کچھ دیگر معمولات بھی رمضان المبارک کے ذکر کئے تھے مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کراتا ہوں، حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کے معمولات کے متعلق خواجہ عزیزالحسن کے جواب کے بعد دوستوں کا اصرار ہوا خود میرا بھی خیال ہوا کہ ان استفسارات کے متعلق مرشدی وسیدی حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے معمولات نقل کراؤں، اس لئے اول اپنے سوالات نقل کراتا ہوں، اس کے بعد حضرت سہارنپوری کے معمولات ان سوالات کے متعلق نقل کراؤں گا۔

مکتوب زکریا بنام خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ۔

مخدومی حضرت خواجہ صاحب زاد مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، یہ سن کر کہ آپ کچھ طویل مدت کے لئے تھانہ بھون مقیم ہیں بے حد مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ ترقیات سے نوازیں۔ اس وقت باعث تکلیف وہی ایک خاص امر ہے جس کیلئے بڑے غور کے بعد جناب ہی کی خدمت میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے یہاں آپ سے زیادہ بے تکلف شاید کوئی نہ ہو اس لئے جناب کو اس میں سہولت ہوگی۔ مجھے حضرت کے معمولات رمضان شریف معلوم کرنے کا اشتیاق ہے، خود حضرت سے پوچھتے ہوئے تو ادب مانع ہے اور خود حاضر ہوکر دیکھوں تو ایک دو روز میں معلوم ہونا مشکل ہے اس لئے جناب کو واسطہ بناتا ہوں امید کہ اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔ سوالات سہولت کے لئے میں خود ہی عرض کرتا ہوں

۱ وقت افطار کا کیا معمول ہے یعنی جنتریوں میں جو اوقات لکھے جاتے ہیں ان کا لحاظ فرمایا جاتا ہے یا چاند وغیرہ کی روشنی کا۔ ۲ اگر جنتری پر مدار ہے تو تقریباً کتنے منٹ احتیاط ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی ۳ افطار میں کسی خاص چیز کا اہتمام ہوتا ہے یا کل ماتیسر اگر اہتمام ہوتا ہے تو کس چیز کا۔ ۴ افطار اور نماز میں کتنا فصل ہوتا ہے ۵ افطار مکان پر ہوتا ہے یا مدرسہ میں ۶ مجمع کے ساتھ افطار فرماتے ہیں یا تنہا۔ ۷ افطار کیلئے کھجور یا زمزم کا اہتمام فرمایا جاتا ہے یا نہیں ۸ مغرب کے بعد نوافل میں کماً یا کیفاً کوئی خاص تغیر ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کیا ۹ اوابین میں تلاوت کا کیا معمول ہے۔ رمضان اور غیر رمضان دونوں کا کیا معمول ہے ۱۰ غذا کا کیا معمول ہے یعنی کیا کیا اوقات غذا کے ہیں۔ نیز رمضان اور غیر رمضان میں کوئی خاص اہتمام کمی زیادتی کے اعتبار سے معتاد ہے یا نہیں ۱۱ تراویح میں امسال تو معلوم ہوا ہے کہ علالت کی وجہ سے مدرسہ میں سنتے ہیں، مگر مستقل عادت شریفہ کیا ہے خود تلاوت یا سماع اور کتنا روزانہ ۱۲ ختم کلام مجید کا کوئی خاص معمول مثلاً ستائیس شب یا اُنتیس شب یا کوئی اور شب ہے یا نہیں ۱۳ تراویح کے بعد خدام کے پاس تشریف فرما ہونے کی عادت شریفہ ہے یا نہیں۔ فوراً مکان تشریف لیجاتے ہیں یا کچھ دیر کے بعد تشریف لیجاتے ہیں تو یہ وقت کس کام میں صرف ہوتا ہے ۱۴ مکان تشریف لیجا کر آرام فرماتے ہیں یا کوئی خاص معمول ہے اگر آرام کرتے ہیں تو کس وقت سے کس وقت تک ۱۵ تہجد میں تلاوت کا کیا معمول ہے یعنی کتنے پارے کس وقت سے کس وقت تک ۱۶ سحر کا کیا معمول ہے یعنی کس وقت تناول فرماتے ہیں اور طلوع فجر سے کتنا قبل فارغ ہو جاتے ہیں ۱۷ سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام ہے یا نہیں، روٹی تازی پکتی ہے یا رات کی رکھی ہوئی ۱۸ صبح کی نماز معمول کے وقت اسفار میں ہوتی ہے یا کچھ مقدم ۱۹ دن میں سونے کا کوئی وقت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو صبح کو یا دوپہر کو

۲۰ روزانہ تلاوت کا کوئی خاص معمول ہے یا نہیں۔ یعنی کوئی خاص مقدار تلاوت کی رمضان میں مقرر فرمائی جاتی ہے یا نہیں ۲۱ کسی دوسرے شخص کے ساتھ دور کا یا سنانے کا معمول ہے یا نہیں ۲۲ تلاوت حفظ اکثر فرمائی جاتی ہے یا دیکھکر۔ ۲۳ اعتکاف کا معمول ہمیشہ کیا رہا ہے اور اعتکاف عشرہ سے زیادہ ایام کا مثلاً اربعینہ کا کبھی حضرت نے فرمایا ہے یا نہیں ۲۴ اخیر عشرہ میں اور بقیہ حصۂ رمضان میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں۔ ۲۵ ان کے علاوہ کوئی اور خاص عادت شریفہ آپ لکھ سکیں بہت ہی کرم ہو گا۔ اگر مفصل جواب تحریر فرمائیں گے اور اگر حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے معمولات کا پتہ لگا سکیں تو کیا ہی کہنا کہ حضرت مولانا ہی کی ذات اب ایسی ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل معمولات کچھ بتا سکتی ہے۔ جناب کو تکلیف تو ضرور ہو گی مگر مشائخ کے معمولات خدام کے لئے اسوہ ہو کر انشاء اللہ بہتوں کو نفع ہو گا۔ دعا کا متمنی اور مستدعی، فقط والسلام ——— زکریا عفی عنہ

الجواب:۔ مخدوم و مکرم و معظم مدفیوضکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، گرامی نامہ شرف صدور لایا چونکہ حضرت اقدس کے بعض بلکہ اکثر معمولات رمضان المبارک پر میں خود ہی مطلع نہ تھا اس لئے بضرورت جناب کا والا نامہ خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صرف یہ لکھدیا جاوے کہ اگر چاہیں وہ براہ راست خود مجھ سے دریافت کرلیں، جواباً اطلاعاً عرض ہے چونکہ اعتکاف میں ہوں اسلئے پنسل سے لکھ رہا ہوں گستاخی معاف ہو والسلام طالب دعا خیر عزیز الحسن عفی عنہ

اس خط پر کوئی تاریخ نہیں۔ اگرچہ حضرت تھانوی کے معمولات تلاش کرنے سے مل گئے جو آگے اپنی جگہ پر آرہے ہیں۔

لیکن اس خط کے نقل کرانے پر بعض دوستوں کی خواہش ہوئی اور خود میرا بھی جی چاہا کہ ان سوالات کے جواب میں سیدی و سندی و مرشدی حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ کے معمولات نقل کراؤں، اگرچہ اجمالی طور پر فضائل رمضان میں اور تذکرۃ الخلیل میں گذر چکے ہیں لیکن ان مسلسل سوالات کے جواب میں مسلسل

جواب لکھواؤں، کہ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں ۲۸ھ سے ۴۵ھ تک کے
رمضان گذارنے کی نوبت آئی بجز ۴۴ھ کے کہ اس رمضان المبارک میں
حضرت قدس سرہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور یہ ناکارہ سہارنپور میں تھا۔
۱ حضرت قدس سرہ کے یہاں گھڑی کا اہتمام اور اس کے ملانے کے واسطے مستقل
آدمی تو تمام سال رہتا تھا لیکن خاص طور سے رمضان المبارک میں گھڑیوں کے
ڈاکخانے اور ٹیلیفون وغیرہ سے ملوانے کا بہت اہتمام رہتا تھا۔ افطار جنتریوں
کے موافق ۲۔۳ منٹ کے احتیاط پر ہوتا تھا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت رائپوری
نوراللہ مرقدہ۔ رائپور میں چونکہ طلوع آفتاب اور غروب بالکل سامنے
صاف نظر آتا تھا اس لیے دونوں وقت گھڑیوں کے ملانے کا اہتمام طلوع
وغروب سے بہت تھا۔ میرے والد صاحب اور چچا جان نوراللہ مرقدہ کے یہاں
جنتریوں پر زیادہ مدار نہیں تھا نہ گھڑیوں پر بلکہ اذا اقبل اللیل من ہہنا وادبر النہار
من ہہنا۔ الحدیث۔ آسمان پر زیادہ نگاہ رہتی تھی۔ ۲ اوپر گذر چکا کہ جنتری کے
اعتبار سے دو تین منٹ کی تاخیر ہوتی تھی۔ ۳ کھجور اور زمزم شریف کا بہت
اہتمام ہوتا تھا۔ سال کے دوران میں جو حجاج کرام زمزم اور کھجور کے ہدایا
لاتے تھے وہ خاص طور سے رمضان شریف کے لیے رکھدیا جاتا تھا۔ زمزم
شریف تو خاصی مقدار میں رمضان تک محفوظ رہتا لیکن کھجوریں اگر خراب ہونے
لگتیں تو انھیں رمضان سے پہلے ہی تقسیم کر دی جاتیں۔ البتہ افطار کے وقت
آدھی یا پون پیالی دودھ کی چائے کا معمول تھا اور بقیہ اس سیہ کار کو عطیہ
ہوتا تھا۔ ۴ حضرت نوراللہ مرقدہ کے زمانے میں تقریباً دس منٹ کا فصل
ہوتا تھا تاکہ اپنے گھروں سے افطار کرکے آنیوالے اپنے گھر سے افطار کرکے نماز
میں شریک ہوسکیں ۵ حضرت کا معمول مدرسہ میں افطار کا رہا۔ چند خدام
یا مہمان ۱۵۔۲۰ کے درمیان میں افطار میں ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مدرسہ
شرعیہ میں افطار کا معمول تھا۔ ۶ گذر چکا ۷ نمبر ۳ میں گذر چکا۔ ۸ مغرب

کے بعد کی نوافل میں کماً کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ کیفاً ضرور ہوتا تھا کہ معمول سے زیادہ دیر لگتی تھی، عموماً سوا پارہ پڑھنے کا معمول تھا اور ماہ مبارک میں جو پارہ تراویح میں حضرت سناتے وہی مغرب کے بعد پڑھتے [۹] سابقہ میں گذر چکا [۱۰] اوابین کے بعد مکان تشریف لیجا کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ تقریباً ۲۰ — ۲۵ منٹ اس میں لگتے تھے۔ کماً اس وقت کی غذا میں بہت تقلیل ہوتی تھی۔ ہم لوگوں کے یہاں یعنی کاندھلہ اور گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانے کا بالکل معمول نہیں تھا بلکہ سخت خلاف تھا کہ اسکو موجب پیاس خیال کرتے تھے۔ سحر میں پلاؤ سب سے پہلی مرتبہ سہارنپور میں حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں کھائی۔ اس سیہ کار کا معمول ہمیشہ سے افطار میں کھانے کا کبھی نہیں ہوا اس لئے کہ تراویح میں قرآن شریف سنانے میں دقت ہوتی تھی۔ البتہ جبتک صحت رہی سحر میں اناڑی کی بندوق بھرنے کا دستور رہا۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ کی مجلس میں اس کا ذکر آگیا کہ یہ ناکارہ افطار میں نہیں کھاتا۔ تو حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ افطار میں کس طرح کھایا جائے جو کھاویں وہ بھی ضابطہ ہی پورا کرتے ہیں۔ [۱۱] میرے حضرت قدس سرہ کا اخیر کے دو سالوں کے علاوہ کہ ضعف و نقاہت بہت بڑھ گیا تھا ہمیشہ تراویح میں خود سنانے کا معمول رہا۔ دار الطلبہ بننے سے پہلے مدرسہ قدیم میں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ دار الطلبہ قدیم بن جانے کے بعد پہلے سال میں تو حضرت کی تعمیل حکم میں میرے والد صاحب نے قرآن پاک سنایا تھا۔ اس کے بعد سے ہمیشہ حضرت قدس سرہ کا وہاں قرآن پاک سنانے کا معمول رہا [۱۲] اکثر ۲۹ کی شب میں ختم قرآن کا معمول تھا۔ چند روز تک شروع میں سوا پارہ اور اس کے بعد سے اخیر تک ایک ایک پارہ کا معمول تھا۔ اس سلسلہ میں ایک عجیب و غریب قصہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی قدس سرہ کا معروف ہے کہ اگر رمضان مبارک ۲۹ کا ہوتا تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا معمول یکم رمضان کو

دو پارے پڑھنے کا تھا اور ۳۰ کا ہوتا تو یکم رمضان کو ایک پارہ پڑھا کرتے تھے
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نوراللہ مرقدہ یکم رمضان کو اپنی مسجد میں
تراویح پڑھانے کے بعد شاہ عبدالقادر صاحب کی مسجد میں تحقیق کے لئے
آدمی بھیجا کرتے کہ بھائی نے آج ایک پارہ پڑھایا دو۔ اگر معلوم ہوتا کہ دو
پڑھے تو شاہ صاحب فرمایا کرتے ایکے رمضان تو ۲۹ کا ہوگا۔ یہ علم غیب نہیں
کہلاتا بلکہ علم کشف کہلاتا ہے۔ ۱۳ تراویح کے بعد ۱۵۔۲۰ منٹ حضرت
قدس سرہٗ مدرسہ میں آرام فرماتے تھے، جس میں چند خدام پاؤں بھی دباتے
اور قرآن پاک کے سلسلہ میں کوئی گفتگو بھی رہتی۔ مثلاً کسی نے غلط لقمہ
دیدیا۔ یا تراویح میں اور کوئی بات پیش آئی ہو اس پر تبصرہ تفریح چند منٹ
تک ہوتی۔ حضرت قدس سرہ کے پیچھے تراویح پڑھنے کے لئے دور دور سے
حفاظ آتے۔ یہ ناکارہ اپنی تراویح پڑھانے کے بعد جو اکثر حکیم اسحٰق صاحب
کی مسجد میں اور کبھی اباجی کے اصرار و ارشاد پر حضرت قدس سرہ کے مکان
پڑھاتا تھا جلد جلد فراغت کے بعد حضرت قدس سرہ کے یہاں پہونچ جاتا
اس وقت تک حضرت قدس سرہ کے یہاں ۴۔۶ رکعتیں ہوتیں اس لئے
کہ حکیم صاحب مرحوم کی مسجد میں نماز سویرے ہوتی تھی۔ اور مدرسہ اور دارالطلبہ
کی مسجد میں تاخیر سے اور یہ ناکارہ اپنی نا اہلیت سے پڑھتا بھی بہت جلدی
تھا۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ نے سورہ طلاق شروع کی اور یاایھا النبی
اذا طلقتم النساء فطلقوھن الآیۃ آیۃ شریفہ شروع کی اور اس نابکار نے جلدی
سے لقمہ دیا "یاایھا الذین آمنوا اذا طلقتم النساء" حضرت حافظ محمد حسین
صاحبؒ تو حضرت قدس سرہ کے مستقل سامع تھے، ہر سال اجراڑہ سے
سہارنپور رمضان گذارنے تشریف لایا کرتے تھے۔ نیز حضرت مولانا عبداللطیف
صاحب اور میرے چچا جان نوراللہ مرقدہما اقتداء میں تھے۔ تینوں ایک دم
بولے یاایھا النبی تراویح کے بعد حسب معمول لیٹنے کے بعد حضرت قدس سرہ

نے ارشاد فرمایا مولوی زکریا! سو رہے تھے ؟ میں نے عرض کیا حضرت بالکل نہیں مگر اذا طلقتم النساء فطلقوہن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم ولا تخرجوہن سارے جمع کے صیغے تھے مجھے یہ خیال ہوا کہ یا ایہا الذین آمنوا ہوگا یا ایہا النبی مفرد کیوں ہوگا، حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا قرآن شریف میں بھی قیاس چلاتے ہو، میں نے عرض کیا حضرت یہ تو قیاس نہیں یہ تو قواعدِ نحویہ کی بات تھی۔ ایک مرتبہ حافظ محمد حسین صاحبؒ غلط لقمہ دیدیا میں نے ایک دم صحیح لقمہ دیا، حضرت حافظ صاحب کی زبان سے بے اختیار نکل گیا نماز ہی میں "ہاں"۔ اور پھر جو میں نے بتایا تھا وہی حافظ صاحبؒ نے بتایا۔ تراویح کے بعد کے وقفہ میں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت نے میرا لقمہ لیا یا حافظ صاحب کا، میرا مطلب یہ تھا کہ حافظ صاحب کی نماز تو "ہاں" کہنے سے ٹوٹ گئی۔ اور حضرت نے اگر ان کا لقمہ لیا ہوگا تو میں عرض کروں گا کہ سب کی ٹوٹ گئی۔ حضرت قدس سرہ میری حماقت کو سمجھ گئے، حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ میں باولا تھا جو ان کا لقمہ لیتا۔ اس قسم کے تفریحی فقرے یا کسی آیت شریفہ کے متعلق کوئی تفسیری نکتہ ہوتا تو اس پر بھی گفتگو فرماتے رہتے ایک مرتبہ وان تعدوا نعمۃ اللہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت میں ہزاروں نعمتیں شامل ہیں اس لئے تعدوا ارشاد فرمایا گیا۔ تراویح کے بعد چند منٹ قیام کے بعد جیسا کہ اوپر لکھا مکان تشریف لیجا کر ۱۵۔۲۰ منٹ گھر والوں سے کلام فرماتے اور محلہ کی کچھ مستورات اس وقت آجاتیں ان سے بھی کچھ ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد ڈھائی تین گھنٹے سونے کا معمول تھا۔

۱۵ تہجد میں عموماً دو پارے پڑھنے کا معمول تھا کبھی کم و بیش حسب گنجائش اوقات، بذل المجہود میں جب نظائر والی حدیث آئی جو مصحف عثمانیؓ کی ترتیب کے خلاف ہے تو حضرت قدس سرہ نے اس ناکارہ سے فرمایا تھا کہ اس حدیث کو ایک پرچہ پر نقل کر دینا، آج تہجد اسی ترتیب سے پڑھیں گے

یہ فرطِ محبت اور فرطِ عشق کی باتیں ہیں ؎

"محبت تجھکو آدابِ محبت خود سکھا دیگی"

سنا ہے کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا معمول وتروں کے بعد دو رکعت بیٹھکر پڑھنے کا تھا کسی نے عرض کیا کہ حضرت اس کا تو آدھا ثواب ہے۔ حضرت نے فرمایا "ہاں بھئی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع میں جی زیادہ لگے سے پڑا ثواب زیادہ نہ ہو" میرا خیال یہ ہے کہ ضابطہ میں تو آدھا ہی ثواب ہے مگر یہ جذبۂ عشق شاید پورے حصہ سے بھی بڑھ جائے۔ مشہور ہے کہ مجنوں لیلی کے شہر کے کتوں کو پیار کرتا تھا ۱۶؎ تقریباً صبح صادق سے باختلاف موسم دو یا تین گھنٹے پہلے اٹھنے کا معمول تھا اور صبح صادق سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے سحر کا معمول تھا ۱۵۔ ۲۰ منٹ میں فراغت ہو جاتی تھی یعنی طلوعِ فجر سے ۱۵۔ ۲۰ منٹ پہلے۔ ۱۷؎ سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام تو نہیں تھا کبھی ہدایا میں بھینیاں آ جاتیں تو بلا اہتمام سب گھر والوں کے لئے بھگو دی جاتیں، ایک آدھ چمچہ حضرت قدس سرہ بھی نوش فرما لیتے۔ البتہ پلاؤ کبھی کبھی سحر میں حضرت کے یہاں پکائی جاتی تھی۔ البتہ افطار میں کبھی نہیں پکا کرتی تھی۔ شاید میں پہلے کہیں لکھوا [illegible] حضرت قدس سرہ کے یہاں سے قبل کاندھلہ یا گنگوہ میں سحر میں پلاؤ کھانا جزوِ لازم تھا، مشہور یہ تھا کہ اس سے پیاس لگتی ہے۔ مگر حضرت قدس سرہ کے یہاں کھانے کے بعد سے جبتک اس ناکارہ کی صحت رہی اور سحور کا اہتمام رہا اسوقت تک تو میرا معمول سحر میں پلاؤ کھانے کا رہا۔ اور اب تو دس بارہ سال سے جب سے مہمانوں کا ہجوم بڑھ گیا افطار میں پلاؤ اور گوشت روٹی کے علاوہ سحر میں میٹھے چاولوں کا [illegible] گیا، حضرت قدس سرہ کے یہاں سحر میں تازی روٹی پکتی تھی۔ البتہ سحر میں چائے کا معمول حضرت کے یہاں تھا۔ اس ناکارہ کا اپنا سحر میں کبھی چائے پینا یاد نہیں، کیونکہ رمضان میں نماز فجر کے بعد سونے کا معمول ہے، ۱۳۳۸ھ یعنی پہلے سفرِ حج سے رمضان میں رات کو نہ سونے کا معمول شروع ہوا تھا جو اَب سے ۵۰ سال پہلے تک بہت

اہتمام سے رہا لیکن اب تو امراض نے سارے ہی معمولات چھڑا دیئے ۱۸؎ حضرت قدس سرہ کے یہاں رمضان میں اسفار میں نماز پڑھنے کا معمول تھا۔ البتہ غیر رمضان سے دس بارہ منٹ قبل ۱۹؎ حضرت قدس سرہ کا معمول بارہ مہینے صبح کی نماز کے بعد سے تقریباً اشراق تک سردیوں میں حجرے کے کواڑ بند کر کے اور شدید گرمی میں مدرسہ قدیم کے صحن میں چارپائی پر بیٹھکر اوراد کا معمول تھا، اس میں مراقبہ بھی ہوتا تھا۔ بارہ مہینے اشراق کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ۳۵ھ سے پہلے بخاری اور ترمذی شریف کے سبق کا وقت تھا لیکن ۳۵ھ کے بعد سے بذل کی تالیف کا وقت ہوگیا تھا جو ہر موسم میں ۱۱-۱۲ بجے تک رہتا، لیکن ماہ مبارک میں اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد ایک گھنٹہ آرام فرماتے۔ اس کے بعد گرمی میں ایک بجے تک بذل لکھواتے اور سردی میں بارہ بجے تک اس کے بعد ظہر کی اذان تک قیلولہ کا معمول تھا۔ ۲۰؎ رمضان میں حضرت قدس سرہ کا معمول ہمیشہ وصال سے دو سال قبل تک خود تراویح پڑھانے کا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد تراویح کے پارے کو ہمیشہ حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی کو سنایا کرتے تھے کہ وہ اسی واسطے رمضان المبارک ہمیشہ یہاں کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان کی غیبت میں اس سیہ کار کو بھی سننے کی نوبت آئی، البتہ مدینہ پاک میں ظہر کے بعد پارہ سننا اس ناکارہ کے متعلق تھا۔ اور میرے سفر حجاز سے واپسی پر چونکہ بذل ختم ہوگئی تھی اسلئے ظہر کی نماز کے بعد مستقل ایک پارہ اہلیہ محترمہ کو سنانے کا دستور تھا۔ اسی پارے کو جو ظہر کے بعد سنانے کا معمول تھا مغرب کے بعد اوابین میں اور رات کو تراویح میں پڑھتے تھے ۲۱؎ ۳۳ھ کے سفر حج سے پہلے عصر کے بعد میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے دَور کا معمول تھا جو اسی پارہ کا ہوتا تھا جو تراویح میں سنانا ہے میں نے اپنے والد صاحب قدس سرہ کے علاوہ کسی اور سے دور کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ۲۲؎ میں نے حضرت قدس سرہ کو دیکھکر تلاوت کرتے ہوئے کم دیکھا ہے البتہ کبھی کبھی ضرور دیکھا ہے ۲۳؎ حضرت نور اللہ مرقدہ کو وصال سے دو سال قبل

کہ ان دو سالوں میں امراض کا جو اضافہ ہو گیا تھا ان سے قبل میں نے کبھی آخری عشرہ کا اعتکاف ترک فرماتے نہیں دیکھا اور دارالطلبہ بننے سے قبل مدرسہ قدیم کی مسجد میں کرتے تھے اور دارالطلبہ بننے کے بعد یعنی ۱۳۳۵ھ سے دارالطلبہ میں فرماتے تھے۔ اور اس عشرہ میں بھی بذل کی تالیف ملتوی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مسجد کلثومیہ کی غربی جانب جو حجرہ ہے اسمیں ۲۰؍ تاریخ کو تالیف سے متعلقہ سب کتابیں پہنچ جاتی تھیں۔ جو صبح کی نماز کے بعد یہ ناکارہ اٹھا کر مسجد میں رکھدیتا اور تالیف کے ختم پر پھر اسی حجرہ میں منتقل کر دی جاتیں۔ عشرہ اخیرہ کے علاوہ میں نے کبھی اعتکاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا ۱۲؁ میں نے کوئی خاص فرق نہیں دیکھا بجز اس کے کہ اٹھنے میں کچھ تقدیم ہو جاتی۔ اگرچہ میں اجمالی طور پر فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت قدس سرہ اور حضرت حکیم الامۃ کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا بخلاف حضرت شیخ الہند اور اعلیٰ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہما کے کہ ان دونوں کے یہاں رمضان اور غیر رمضان میں بہت فرق ہوتا تھا۔ جیسا کہ میں فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ ۲۵؁ اس کے علاوہ کہ اخبار دیکھنے کا جو معمول کسی کسی وقت غیر رمضان میں ہوتا تھا وہ رمضان میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ رمضان میں ان دو سالوں کے علاوہ جن میں میرے والد صاحب کے ساتھ دور ہوا تسبیح ہاتھ میں ہوتی تھی اور زبان پر اوراد آہستہ آہستہ، کوئی خادم بات دریافت کرتا تو اس کا جواب مرحمت فرما دیتے۔ کچھ لوگ دس پندرہ کی مقدار میں جیسے متولی جلیل صاحب متولی ریاض الاسلام صاحب کاندھلہ سے اور میرٹھ سے رمضان کا کچھ حصہ گذارنے کے لئے حضرت کے پاس آجایا کرتے تھے مگر اعتکاف نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ عید سے ایک دن پہلے گھر واپس جانا چاہتے تھے۔

تذکرۃ الخلیل میں ایک جگہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے معمولات یہ لکھے ہیں " جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا جو نزول قرآن کا مہینہ ہے اور

کثرت کلام اللہ کے لئے مخصوص ہے تب تو آپ کی جد و جہد کی کوئی حد ہی نہ رہتی تھی تراویح میں سوا پارہ سنانے کا معمول تھا۔ ہر رکوع پر رکوع فرماتے اور بیس رکوع روزانہ کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم فرما دیا کرتے۔ مظاہر علوم کی مدرسی کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں آپ کا معمول محراب سنانے کا رہا۔ اور دارالطلبہ بننے کے بعد دو سال دارالطلبہ کی مسجد میں قرآن پاک سنایا دو سال وہاں کی مسجد میں محراب سنائی (از زکریا۔ دارالطلبہ بننے کے بعد پہلے سال کی تراویح تو میرے والد صاحب نے سنائی دوسرے سال سے حضرت قدس سرہ نے پڑھا اور اس دوران میں دارالطلبہ ہی کی مسجد میں حضرت نے اعتکاف فرمایا) سننے والوں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا اور مشتاق دور دور سے رمضان گذارنے آتے۔ بلکہ بعض حفاظ اپنا سنانا بند کر کے انتظار کرتے۔ آپ متوسط جہر کے ساتھ نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے کہ ایک ایک حرف سمجھ میں آتا تھا۔ چونکہ جوانی میں یاد کیا تھا نیز پڑھنے میں بھی استغراق ہوتا تھا اس لئے اٹکنے کی نوبت بھی آتی۔ مگر غلط پڑھنے کی نوبت نہیں آتی تھی دفعۃً زبان رک جاتی یا متشابہ لگتا تو بتلانے والے جیسا کہ رواج ہے جلدی سے بولتے اور کبھی غلط بھی بتا دیتے تھے جس کو حضرت نہ لیتے اور خود سوچکر یا دوبارہ صحیح بتانیوالے کے صحیح بتانے پر آگے چلتے تھے بایں ہمہ آپ پر کبھی ناگواری کا اثر نہ ہوتا بلکہ سلام پھیر کر تسلی کے طور پر فرمایا کرتے کہ آخر جب حافظ بھولتا ہے تو سامع کو بھی بھولنا ضرور ہے۔ اگر بھول کر کہیں غلط بتا دیا تو تعجب ہی کیا ہے۔ محراب سنانے کا معمول حضرت کا ہمیشہ رہا مگر عمر شریف جب ستر سال کو پہنچ گئی تو محراب سنانے کا تحمل دشوار ہو گیا۔ اور حضرت فرمانے لگے کہ رکوع کرتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ دوسری رکعت میں کھڑا نہ ہو سکوں گا۔ مگر ہمت کر کے کھڑا ہو جاتا ہوں آخر میں ۲۰ رکعت اسی طرح پوری ہوتی ہیں کہ ہر رکعت میں گر جانے کا اندیشہ رہتا اور سجدہ سے اٹھکر کھڑا ہونا پہاڑ پر چڑھنے سے زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس حالت

میں بھی آپ دو سال نبھاگئے۔ اور ہمت نہ ہارے۔ آخر میں جب قوت نے جواب ہی دیا تو محراب سنانا چھوٹ گیا۔ مگر اس کے بدلہ دوسرے سے سننے اور خالی اوقات میں خود تلاوت کرنے کا شغل بڑھ گیا۔ ماہ مبارک میں اول اشراق سے لیکر گیارہ بجے تک تلاوت فرماتے (تذکرۃ الخلیل) مولانا میرٹھی نے یہ معمول جو لکھا ہے یہ بذل المجہود کی تالیف سے پہلے کا معمول ہے۔ ظہر کے بعد حضرت قدس سرہ کا معمول پارہ سنانے کا تھا جس کے لئے جناب الحاج حافظ محمد حسین صاحب مرحوم ہر سال اجراڑہ سے آیا کرتے تھے۔ جیسا اوپر بھی لکھوا چکا ہوں، بعد عصر تا افطار مدرسہ قدیم میں تشریف فرما رہتے اور خدام حاضر رہتے اور مجمع ساکت وصامت رہتا البتہ دو سال عصر کے بعد کی اس مجلس میں میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ حضرت قدس سرہ کو دور کرتے بھی دیکھا۔ والد صاحب کے علاوہ میں نے کسی اور سے دور کرتے نہیں دیکھا۔ اعتکاف کے درمیان میں اخیر عشرہ میں دس دن میں تین پارے یومیہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تہجد میں قرآن پاک سنایا اپنے والد صاحب کے علاوہ کسی دوسرے کو سناتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح مغرب کے بعد کے نوافل میں سوا پارہ حضرت قدس سرہ خود تلاوت فرمایا کرتے تھے البتہ ۴۵ھ کے رمضان المبارک میں مغرب کے بعد اس پارہ کو نوافل میں اس سیہ کار نے سنا۔ اقتدار میں اس سیہ کار کے ساتھ حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا الحاج سید احمد صاحب برادر بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کی طبیعت اس رمضان المبارک میں بھی ناساز رہی جس کی وجہ سے حضرت رائپوری بیٹھکر پڑھا کرتے تھے۔ مگر حضرت قدس سرہ اپنی ضعف و پیری کے باوجود کھڑے ہوکر سنایا کرتے تھے۔ حضرت قدس سرہ حضرات میرٹھ حافظ فصیح الدین، حاجی وجیہ الدین، شیخ رشید احمد صاحب مرحومین کے خصوصی تعلق کی بنا پر ان کے بچوں کے حفظ قرآن کے ختم کی تقریب میں بھی تشریف لیجاتے

اور یہ حضرات بچوں کا ختم قرآن شریف حضرت کے اعتکاف کی وجہ سے ۲۰ رمضان کی شب میں کراتے اور حضرت قدس سرہ ۱۹ ر کی صبح کو تشریف لیجاتے اور ۲۰ ر کی صبح کو واپس تشریف لاتے۔ ان کے ختم میں اس طرح شرکت فرماتے کہ مسجد میں فرض پڑھنے کے بعد اپنے مستقر تشریف لیجاتے اور اپنے امام کے پیچھے تراویح ادا کرتے اور تراویح اور وتر سے فراغ پر مسجد میں ان بچوں کے ختم میں شرکت فرماتے۔ اول تو ختم کے دن ویسے ہی تاخیر بہت ہوتی پھر بھی کبھی آخر کی چار رکعات میں حضرت نوراللہ مرقدہ کے مسجد میں تشریف آوری کا انتظار ہوتا۔ مولانا میرٹھی لکھتے ہیں اور صحیح لکھا کہ رمضان ۱۳۴۵ھ میں بذل ختم ہو جانے کے بعد بذل کا وقت بھی زیادہ تر تلاوت قرآن پاک میں یا وفاء الوفاء کے مطالعہ میں صرف فرماتے۔ ظہر کے بعد زنانہ مکان ہی میں اماں جی مرحومہ کو قرآن پاک سنایا کرتے کہ پردہ کی دقت کی وجہ سے یہ ناکارہ نہیں جا سکتا تھا۔ کہ گرمی شدید تھی اور زنانہ میں قیام کی ایک ہی منزل تھی نیچے کی منزل خدام کی اور کھانے پکانے کی تھی۔ مولانا میرٹھی نے لکھا کہ مولانا سید احمد صاحب اور مولوی زکریا نے یہ دیکھ کر کہ حضرت اس درجہ دماغی محنت کے بعد تلاوت کی اس ضعیفی میں اتنی کثرت سے ہمت فرماتے ہیں کئی بار عرض کیا کہ حضرت دماغ کی رعایت بہت ضروری ہے حضرت دماغ سے بہت کام لیتے ہیں مگر حضرت بیساختہ فرمایا کرتے کہ اب اس سے کام ہی کیا لینا باقی ہے جو رعایت کروں۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ ضعف کی وجہ سے حافظہ پراثر پاتا ہوں اسلئے مجھے ڈر ہے کہ کہیں کلام مجید نہ بھول جاؤں اس لئے اس کا اہتمام کرتا ہوں ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دماغ چاہے جاوے یا رہے مگر کلام مجید نہیں چھوٹتا ــــ

اور اس آخری رمضان کا تو پوچھنا ہی کیا جو عمر شریف کا آخری رمضان تھا کہ غذا بھی سادہ چائے کا ایک فنجان اور بمشکل آدھی چپاتی رہ گئی تھی تلاوت وسماعت کا مجاہدہ بہت ہی بڑھ گیا تھا۔ یعنی اول صبح کو سوا پارہ حفظ سناتے اور پھر ظہر سے عصر تک مسلسل تلاوت کبھی دیکھکر کبھی حفظ فرماتے بعد مغرب اوابین میں سوا پارہ

سناتے (زکریا کو) پھر عشاء کی نماز حرم میں پڑھ کر مولانا سید احمد صاحب کے مدرسہ میں تشریف لاتے اور قاری محمد توفیق صاحب مدرس تجوید کی اقتدار میں تراویح پڑھتے کہ وہ نہایت اطمینان سے دو پارے پڑھتے جن میں عربی پانچ بج جاتے جو یہاں کے سوا بارہ بجنے کا وقت ہے اس کے بعد قریب ۶ بجے عربی کے سو جاتے تھے مولوی زکریا صاحب کو حکم تھا کہ ۸ بجے مجھے جگا دیا کرو، مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام رمضان میں صرف ایک یا دو مرتبہ مجھے اسکی نوبت آئی کہ حضرت کی آنکھ اس سے قبل نہ کھلی ورنہ ہمیشہ جب آٹھ بجے پہنچا تو حضرت کو یا وضو کرتے دیکھا یا استنجا کرتے ہوئے چنانچہ حضرت دو پارے اس وقت نفلوں میں سنتے: کہ حضرت کو امام نافع کی قرارت کامل سننے کا شوق تھا اس لئے مدرسہ کے دو طالب علم ایک ایک پارہ اس قرارت کا سناتے تھے۔ آخری ستائیس رمضان کی شب میں حضرت کو بخار چڑھ آیا اور بدن میں خدر کا اثر ہوا جس کا سلسلہ وصال تک چلا........ اس سے قبل ۳۳ھ کے سفر حجاز میں چونکہ رمضان کا چاند جہاز ہی میں نظر آگیا تھا باوجود دوران سر اور غایت تعب کے آپ نے تراویح کا اہتمام فرمایا اور کلام مجید سننا سنانا شروع کر دیا۔ مولوی محمد زکریا صاحب ساتھ تھے اول آٹھ رکعت میں حضرت نصف پارہ سناتے اور پھر بارہ رکعات میں مولوی زکریا صاحب پون پارہ سنایا کرتے تھے، ۱۰ ر رمضان المبارک کو مکہ پہنچ گئے تو حضرت نے تراویح ایک قاری صاحب کی اقتدار میں پڑھی اور اپنا کلام مجید نوافل میں ختم فرمایا اس سفر میں جہاز سے جدہ اترنا عین مغرب کے وقت ہوا اور تکان کا یہ عالم تھا کہ تراویح کا تو کیا ذکر فرض نماز کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا مشکل تھا مگر حضرت نے اس شب میں کچھ تراویح کھڑے ہو کر اور کچھ بیٹھکر پڑھیں، اللہ رے ہمت آپ کے کمالات حسیہ کا نقشہ اتارنا ممکن مگر اس خداداد نعمت کو کن لفظوں میں ادا کروں جس کے کارناموں نے عقل کو حیران اور زبان کو گنگ بنا دیا (تذکرۃ الخلیل)

آپ بیتی نمبر۴ میں یہ لکھا جا چکا کہ جہاز میں حضرت قدس سرہ کو دوران سر کا اتنا شدید اثر ہوتا تھا کہ تکیہ سے سر اٹھانا مشکل اور یہی صورت بعینہ اس ناکارہ کو بھی اپنے بچپن کے باوجود تھی اور مزید براں یہ کہ استفراغ اور قے بھی خوب ہوتا تھا۔ جہاز کی بدبو بالخصوص جب جہاز میں پٹرول ڈالا جاتا تھا اور سارا جہاز اس سے سڑ جاتا تھا تو اس ناکارہ کو چکر کے ساتھ ساتھ استفراغ بھی خوب ہوتا تھا۔ ۲۹ شعبان کو حضرت نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیوں بھائی تراویح کا کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ دوران سر سے تو نمٹا جا سکتا ہے مگر امتلاء کا درمیان تراویح میں کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اسکی تو کوئی بات نہیں قے ہوگی وضو کر لینا۔ باوجود دوران سر اور ضعف و پیری کے اور زبانی جہاز چونکہ چھوٹا تھا خوب حرکت کرتا تھا اس کے باوجود ساری تراویح حضرت نے کھڑے ہو کر پڑھی جدہ پہنچنے کے بعد جیسا کہ مولانا میرٹھی نے لکھا ایسا چکنا چور ہو رہے تھے کہ کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ حاجی مقبول احمد صاحب نے اللہ ان کی مغفرت فرمائے نہایت غصے میں مجھ سے فرمایا کہ عقیدت میں بڑے میاں کو لیکر کھڑے نہ ہو جانا کچھ ان کے ضعف کا بھی خیال کر لینا۔ چونکہ اس کا ڈر تھا کہ نہ معلوم سفر میں حاجی جی کہاں میرا پتہ کاٹ دیں، اور حضرت کی کھانے میں معیت ان کی ہی رہین منت تھی۔ ان کا حکم تھا کہ میں حضرت سے درخواست کروں کہ تراویح کی تو آج ہمت نہیں۔ یہ تو مجھ سے نہ ہو سکا لیکن جب حضرت قدس سرہ نے فرمایا کیوں بھائی مولوی زکریا کیا حال ہے میں نے حاجی صاحب کے ڈر کے مارے یوں عرض کر دیا کہ حضرت تکان بہت ہے لیکن میری ندامت اور قلق کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے دیکھا کہ حضرت قدس سرہ نے پوری تراویح خوب اطمینان سے پڑھی میں بار بار حضرت کو دیکھتا رہا اور اپنے اوپر افسوس کرتا رہا کہ کیوں جواب دیا اور کئی بار خیال آیا کہ حضرت سے عرض کر دوں کہ حاجی صاحب کے حکم سے میں نے معذرت کی تھی مگر مرحوم کے ڈر کے مارے اسکی بھی ہمت نہ ہوئی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ نماز کے درمیان

دو تین مرتبہ حضرت کے قریب گیا بھی اور یوں عرض کرنے کو جی چاہا کہ حضرت کے ضعف کی وجہ سے عذر کیا تھا، مگر حاجی صاحب کا خوف غالب رہا کہ وہ مجھ پر ناراض ہونگے مگر ندامت اور قلق ابتک بھی ہے

نیز آپ بیتی نمبر ۶ لکھتے وقت جب مجاہدات کے ذیل میں اعلیٰ حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کے معمولات رمضان لکھوائے گئے، تو خیال ہوا کہ مضمون بالا کی مناسبت سے یہاں بھی نقل کرا دیا جائے۔ آپ بیتی ۶ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مجاہدات میں یہ لکھا گیا ہے کہ ریاضت و مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس پیرانہ سالی میں جبکہ آپ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہو گئے تھے، کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت صلوۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے۔ جسمیں تخمیناً دو پارے قرآن مجید سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ رکوع سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والوں کو سہو کا گمان ہو نماز سے فارغ ہو کر مکان تک جانے اور کھانا کھانے کے لئے مکان پر ٹھیرنے کی مدت میں کئی پارے کلام مجید ختم کرتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد نماز عشاء اور صلوۃ التراویح جسمیں گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتا تھا تراویح سے فارغ ہو کر ساڑھے دس گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے ضرور ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ بلکہ بعض دفعہ خدام نے ایک ہی بجے آپ کو وضو کرتے پایا اسوقت اٹھ کر ڈھائی تین گھنٹے تک تہجد میں مشغولیت رہتی تھی بعض مرتبہ سحر کھانے کیلئے کسی خادم کو پانچ بجے جانیکا اتفاق ہوا تو آپ کو نماز ہی میں مشغول پایا۔ صلوۃ فجر کے بعد آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف اور اوراد اور مراقبہ و ملاحظہ میں مصروفیت رہتی، پھر اشراق پڑھتے۔ اور چند ساعت استراحت فرماتے۔ اتنے ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاوی لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے تھے، ظہر کے بعد حجرہ شریفہ بند ہوجاتا اور تا عصر کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے باوجودیکہ اس رمضان میں

جس کا مجاہدہ لکھا گیا ہے پیرانہ سالی و نقاہت کیساتھ وجع الورک کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ تک تشریف لانے میں حالانکہ پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آتی تھی۔ اس حالت پر فرائض تو فرائض نوافل بھی کبھی بیٹھکر نہیں پڑھی اور ان میں گھنٹوں کھڑا رہنا بارہا خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھکر ادا فرمادیں تو مناسب ہے، مگر جب آپ کا جواب تھا یہی تھا "نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے" اللہ رے ہمت آخر "افلا اکون عبداً شکوراً" کے قائل کی نیابت کوئی سہل نہ تھی جو اس ہمت کے بغیر حاصل ہو جاتی۔ یوں تو ماہ رمضان المبارک میں آپ کی ہر عبادت میں بڑھوتری ہو جاتی تھی۔ مگر تلاوت کلام اللہ کا شغل خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے۔ نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآن مجید آپ کا یومیہ معمول قرار پایا تھا جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا آپ حضار جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخواست۔ رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے۔

اس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کامل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہونچنی دشوار تھی، تذکرۃ الرشید میں دوسری جگہ ماہ مبارک کے معمولات میں حکیم اسحق صاحب نہٹوری خلیفہ حضرت امام ربانی کی ایک تحریر لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں رمضان شریف میں صبح کو خلوتخانہ سے دیر میں برآمد ہوتے۔ موسم سرما میں اکثر دس بجے تشریف لاتے۔ نوافل اور قرارت قرآن و سکوت و مراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی، سونا اور استراحت نہایت قلیل کلام بہت کم کرتے بعد نماز مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لیکر کھانا تناول فرماتے تراویح کی بیس رکعت اوائل میں خود پڑھاتے تھے اور آخر میں صاحبزادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے۔ بعد وتر دو رکعت طویل کھڑے ہو کر کبھی بیٹھکر پڑھتے دیر تک متوجہ بقبلہ بیٹھکر پڑھتے رہتے۔ پھر ایک سجدہ تلاوت

کرکے کھڑے ہو جاتے تھے۔ بندہ نے بعض الفاظ سن کر اندازہ کیا ہے کہ اس درمیان میں سورۂ تبارک الذی اور سورۂ سجدہ اور سورۂ دخان پڑھتے تھے۔ اکثر تمام عشرۂ ذی الحجہ اور عاشورا اور نصف شعبان کا روزہ رکھتے۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے یہ واقعہ بہت دفعہ سنایا کہ حضرت قدس سرہ کی حیات کے آخری رمضان میں قرآن پاک میں نے سنایا کہ حکیم مسعود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مجبوری کی وجہ سے قرآن پاک سنانے سے عذر فرما دیا تھا والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ماہ مبارک سے کئی دن پہلے یہ فرمانا شروع کیا کہ ایکے تو مسعود احمد معذور رہے ہیں تراویح کون پڑھاویگا۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بار بار اس لفظ کو سنتا مگر ادباً یہ کہنے کی ہمت نہ پڑتی کہ میں پڑھا دوں گا۔ ماہ مبارک سے دو دن قبل حضرت نے ارشاد فرمایا مولوی یحییٰ تم بھی تو حافظ ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت حافظ تو ضرور ہوں، مگر میں تو فارسی میں قرآن پڑھتا ہوں اور حضرت والا حکیم صاحب کے قرآن سننے کے عادی ہیں جو جید قاری ہیں، حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ نہیں تمہارا قرآن تو میں نے سنا ہے بس ایکے تو تم ہی تراویح پڑھا دیجیو والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پہلے دن تو مجھپر بہت بوجھ پڑا اور سوا پارہ قرآن پاک کا دن میں دیکھکر پڑھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کرنے کے بعد چھ مہینے تک ایک قرآن روز دیکھکر پڑھا کرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد سے کبھی دیکھکر پڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی یوں فرمایا کرتے تھے پہلے دن سوا پارہ تو دن میں دیکھکر پڑھا تھا پھر دوسرے دن سے خوف نکل گیا۔ پھر سارے رمضان دیکھ کر پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ فقط۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا تو اس قدر زور تھا کہ شاید کہیں لکھوا چکا ہوں کہ وہ اپنے تجارتی کتب خانہ کے پیکٹ وغیرہ اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے۔ خود ہی پتے لکھا کرتے تھے اور اسوقت تک بالجہر قرآن پاک پڑھا کرتے تھے نہ اس میں کوئی متشابہ لگتا تھا، مولانا عاشق الٰہی

صاحب رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری درخواست پر رمضان میں قرآن شریف سنانے کے لئے میرٹھ تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ دن بھر میں چلتے پھرتے پورا قرآن ختم فرما لیتے اور افطار کا وقت ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔ ریل سے اترے تو عشاء کا وقت ہو گیا تھا۔ ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت تھی اس لئے مسجد میں قدم رکھتے ہی مصلی پر آگئے اور تین گھنٹے میں دس پارے ایسے صاف اور رواں پڑھے کہ نہ کہیں لکنت تھی نہ متشابہ گویا قرآن شریف سامنے کھلا رکھا ہے اور باطمینان پڑھ رہے ہیں تیسرے دن ختم فرما کر روانہ ہو گئے کہ دور کی ضرورت تھی نہ سامع کی میرٹھ کے اس سفر کے متعلق والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میرٹھ کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ جب لوگوں میں یہ تذکرہ ہوا کہ ایک شخص سہارنپور سے تین دن میں قرآن شریف سنانے کے لئے آرہا ہے تو تیس۳۰ چالیس۴۰ حافظ محض امتحان کے لئے میرے پیچھے تراویح پڑھنے آئے تھے۔ والد صاحب کو رمضان المبارک میں میری طرح سے بخار نہیں آتا تھا۔ دوستوں کے اصرار پر ایک دو دن کے لئے ان کے یہاں جا کر دو شب یا زیادہ سے زیادہ تین شب میں تراویح میں ایک قرآن پڑھکر واپس آجاتے تھے۔ مساجد میں عموماً تین شب میں ہوتا تھا۔ غیر مساجد میں ایک یا دو شب میں بھی ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم رئیس ہٹ کے اصرار پر دو شب میں ان کے مردانہ مکان میں قرآن پاک سنا کر آئے تھے۔ مسجد نواب والی قصاب پورہ دہلی میں بھی ایک دفعہ کا قرآن سنانا مجھے یاد ہے۔ عزیز مولوی نصیر الدین سلمہ حکیم اسحٰق صاحب مرحوم کی مسجد میں ایک مرتبہ قرآن پاک سنا رہے تھے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کسی سفر سے واپس تشریف لائے حکیم اسحٰق صاحب کی بیٹھک میں استراحت فرمانے تشریف لیگئے نصیر الدین کا چودھواں پارہ تھا سامع بار بار لقمے دے رہا تھا وہ باوضو تھے مسجد میں تشریف لے گئے نصیر الدین کو سلام پھیرنے کے بعد مصلے پر سے ہٹا کر سولہ رکعات میں سولہ پارے ختم کر دیئے

مصلیوں کو گرانی تو ضرور ہوئی مگر لوگوں کو جلد قرآن پاک ختم ہونے کی خوشی مشقت پر غالب ہوا کرتی ہے۔ بارہویں رات میں قرآن ختم کرکے سب تکان بھول گئے۔ بعض اعزہ کے اصرار پر کاندھلہ میں بھی اُنکی بی(میرے والدصاحب کی نانی اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کی صاجزادی امۃ الرحمٰن جنکا عرف امی بی پڑگیا تھا) کے مکان پر اخیر زمانہ میں ایک دفعہ قرآن شریف سنانے کا حال تو مجھے بھی معلوم ہے اور اپنی جوانی کا وہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ساری رات نوافل میں قرآن سنانے میں گذرتی تھی۔ اور چونکہ ہمارے یہاں نوافل میں چار سے زیادہ مقتدیوں کی اجازت نہیں ہوتی تھی اس لئے مستورات تو بدلتی رہتی تھیں اور میرے والدصاحب مسلسل پڑھتے رہتے تھے۔ میرے چچا جان نوراللہ مرقدہٗ نے بھی کبھی رمضان المبارک امی بی کی وجہ سے کاندھلہ گذارا۔ تراویح تقریباً ساری رات میں پوری ہوتی تھی۔ مسجد سے فرض پڑھنے کے بعد مکان تشریف لیجاتے تھے اور سحر تک تراویح میں چودہ پندرہ پارے پڑھتے تھے۔ مولانا رؤف الحسن صاحب میرے والدصاحب کے حقیقی ماموں اور میری سابقہ اہلیہ مرحومہ کے والد ان کا مفصل قصہ تو آپ بیتی ۶ کے تقوی کے مضمون میں آئیگا اس کا یہ جزء یہاں کے مناسب ہے کہ ۳۰ رمضان المبارک کو الم سے قل اعوذ برب الفلق تک ایک رکعت میں اور دوسری میں قل اعوذ برب الناس پڑھ کر سحر کے وقت اپنی والدہ یعنی امی بی سے یہ کہکر دو رکعت میں نے پڑھادیں اٹھارہ آپ پڑھ لیں اور ان کی والدہ امی بی نے سارا قرآن کھڑے ہوکر سنا، بات پر بات نکلتی جاتی ہے مگر یہ واقعات بھی اکابر کے ماہ مبارک کے معمولات میں داخل ہیں اس لئے زیادہ بے محل نہیں۔

حضرت اقدس نانوتوی قدس سرہ کے ماہ مبارک کے تفصیلی حالات تو مجھے نہیں ملے اور اب کوئی ایسا ہے بھی نہیں جس سے تحقیقات کی جاسکے۔ البتہ یہ مشہور ہے کہ حضرت نے ۱۲۷۷ھ کے سفر حجاز میں ماہ مبارک میں قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد کرکے تراویح میں سنایا کرتے تھے۔ مگر حضرت مولانا

محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے سوانح قاسمی میں تحریر فرمایا ہے کہ جمادی الثانیہ ۱۲۷۷ھ میں حج کے لئے روانہ ہوئے آخر ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہونچے بعد حج مدینہ شریف پہونچے اور ماہ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی ربیع الاول کے اخیر میں بمبئی پہنچے اور جمادی الثانیہ تک وطن پہنچے، جاتے ہوئے کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے تھے رمضان کا چاند دیکھکر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور وہاں سنایا۔ بعد عید مکلا پہنچکر حلوا مسقط خرید فرماکر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی، مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا.... بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں میں نے یاد کیا۔ اور جب یاد کیا پاؤ سیپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کرلیا.. پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے۔ اگر کوئی اقتدار کرتا رکعت کرکر یعنی سلام پھیر کر اسکو منع فرما دیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے (سوانح قاسمی) مشہور قول میں ایک سال اور حضرت کے ارشاد میں دو سال اور پاؤ پاؤ پارہ یاد کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رمضان میں کچھ حصہ پاؤ پاؤ پارہ یاد کیا۔ اور دوسرے رمضان میں جو سفر حج میں تھا ایک ایک پارہ پڑھکر اس کی تکمیل فرمائی۔

سید الطائفہ حضرت الحاج امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے معمولات حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ نے امداد المشتاق میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دو لڑکے نابالغ حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب و حافظ احمد حسین میرا بھتیجہ سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے۔ بعد عشاء دو حافظ اور سناتے تھے۔ ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ۔ غرض کہ تمام رات اسی میں گذر جاتی تھی۔ (امداد المشتاق)

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے رمضان المبارک کے معمولات تذکرۃ الخلیل میں یہ لکھے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم قرآن پاک سے شغف تھا (دون٭ کے دیہات میں بیسیوں مکاتب قرآن پاک کے جاری کرائے) اسی طرح خود تلاوت کلام اللہ سے عشق تھا، آپ حافظ قرآن تھے، اور شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا تھا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں شاید آپ گھنٹہ بھر سے زیادہ نہ سوتے ہوں اور اسی لئے آپ کو لوگوں سے وحشت ہوتی تھی کہ معمول تلاوت میں حرج ہوتا تھا عصر و مغرب کے درمیان کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کے لئے مخصوص تھا (از زکریا، صبح کے وقت میں بھی نو دس بجے کے قریب ایک گھنٹہ مہمانوں کی عمومی ملاقات کا وقت تھا) اور اس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے اور حجرہ شریف کا دروازہ بند فرماکر خلوت کے مزے لوٹتے۔ اور اپنے مولائے کریم سے راز و نیاز میں مشغول رہا کرتے تھے خوراک آپ کی بہت ہی کم تھی اور ماہ رمضان میں تو مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا (ماہ مبارک میں صبح اور عصر کے بعد کی مجلس بھی موقوف ہو جاتی تھی۔ زکریا) افطار و سحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا۔ شروع میں آپ قرآن مجید تراویح میں خود سناتے اور دو بجے ڈھائی بجے فارغ ہوتے تھے (ہکذا فی الاصل) مگر آخر میں دماغ کا ضعف زیادہ بڑھ گیا تو سامع بنتے اور اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے ماہ مبارک میں چونکہ تمام رات اور تمام دن آپ کا مشغلہ تلاوت کلام اللہ رہتا تھا اس لئے تمام مہمانوں کی آمد آپ روک دیا کرتے تھے (از زکریا مہمانوں کا ہجوم تو رمضان میں اعلیٰ حضرت رائپوری کے یہاں بہت بڑھ جاتا تھا البتہ ملاقات بالکل بند تھی۔ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نمازوں کے لئے مسجد آتے جاتے تو وہ لوگ دور سے زیارت کیا کرتے تھے۔) اور مکاتبت بھی پورے مہینے بند رہتی تھی کہ کوئی خط

٭ دہرہ دون کے قرب وجوار کے دیہات دون کہلاتے ہیں ۱۲ ز

کسی کا بھی (الاماشاءاللہ) عید سے قبل دیکھا یا سنا نہ جاتا تھا۔ اللہ جل جلالہ کا ذکر جس پیرایہ پر بھی ہو آپ کی اصل غذا تھی۔ اور اسی سے آپ کو وہ قوت پہنچتی تھی جس کے سامنے دواء المسک اور جواہر مہرہ ہیچ تھا۔ (تذکرۃ الخلیل)

یہ اوپر لکھا جا چکا کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں ہجوم تو بہت رہتا تھا مگر حقیقی طالبین کا رہتا تھا جن کے لئے ماہ مبارک میں کوئی ملاقات کا وقت نہیں تھا صرف نماز کو آتے جاتے دور سے عشاق زیارت کیا کرتے تھے لیکن جن لوگوں کے آنے پر حضرت نور اللہ مرقدہ کے قلب اطہر کو متوجہ ہونا پڑے۔ انکا آنا بڑا گراں تھا۔ آپ بیتی نمبر ۶ باب تحدیث بالنعمۃ میں لکھوا چکا ہوں کہ اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے زمانۂ حیات کے آخری رمضان میں میں نے اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ کی خدمت میں رمضان ۱۳۳۳ھ گذارنے کی خواہش ظاہر کی تھی تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا کہ رمضان کہیں آنے جانے کا نہیں ہوتا اور نہ ملنے کا۔ اپنی جگہ یکسوئی سے کام کرتے رہو۔ اس کے بعد اس ناکارہ نے صرف اخیر عشرہ میں حاضری کی اجازت چاہی جس کا جواب میرے کا غذات میں مل گیا جو آپ بیتی میں لکھوا چکا ہوں کہ جو سبب شروع ماہ مبارک میں عدم قیام کا ہے وہ آخر ماہ میں بھی موجود ہے۔ باقی تم اور تمہارے ابا جان زبردست ہیں ہم غریبوں کی کیا چل سکے۔ یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہ مبارک میں جواب لکھوا رہا ہوں، باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہیئے۔“ یہ خط تو وہاں گذر چکا۔ مگر میرے والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تیری وجہ سے حضرت کی یکسوئی میں فرق پڑے گا اور حضرت کو تیرے کھانے پینے کا فکر رہے گا اس لئے حضرت کا حرج نہ کر۔ اس واقعہ کو تفصیل سے وہاں لکھوا چکا ہوں۔

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے رمضان کے معمولات کے متعلق فضائل رمضان میں بھی دو چار حرف آ چکے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ سفرنامہ اسیر مالٹا

میں تحریر فرماتے ہیں چونکہ رمضان کا مہینہ طائف میں نہایت بدامنی کی حالت میں واقع ہوا تھا۔ اس لئے نہ تو دن حسب خواہش لوگوں کو خوراک کا انتظام کرنا ممکن ہوتا تھا نہ مساجد میں تراویح وغیرہ کا انتظام حسب ضرورت ہو رہا تھا۔ مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہاں کی بڑی مسجد ہے اسمیں بھی تراویح الم ترکیف سے ہوتی تھی۔ اور اس میں بھی بہت کم آدمی آتے تھے باقی لوگ محلہ کی مسجدوں اور اپنے مکانوں میں پڑھتے تھے۔ کیونکہ گولیاں ہر وقت اوپر سے گذرتی رہتی تھیں۔ مولانا نے بھی اولاً مسجد ابن عباس رضی اللہ عنہما میں حسب عادت سابقہ تراویح پڑھنی شروع کی۔ مگر چونکہ راستہ وہاں کا ایسا تھا جہاں پر گولیاں برابر آتی رہتی تھیں۔ اس لئے اس مسجد میں جاتے وقت خطرہ ضرور رہتا تھا اور پھر ایک شب میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نماز مغرب پڑھ کر ابھی فارغ ہوئے ہی تھے ابھی تک نفل وغیرہ پڑھ رہے تھے اندھیرا ہو چکا تھا کہ بدوؤں نے ہجوم کیا مسجد ابن عباس کی چھت اور میناروں پر بھی ایک بڑا دستہ ترکی فوجیوں کا تھا اور مسجد کے دروازہ پر بھی مورچہ تھا غرض کہ طرفین میں خوب تیز گولی اور گولوں کی بارش دیر تک ہوتی رہی خود مسجد میں بھی برابر گولیاں برستی رہیں جو لوگ مسجد میں باقی تھے وہ ایک کونہ میں جدہر گولیوں کے آنے کا گمان نہ تھا بیٹھ گئے اس روز تراویح بھی نہیں ہوئی فقط چند آدمیوں نے بوقت نماز عشاء فرض عشاء ایک طرف پڑھ کر جب کچھ سکون ہوا چلے گئے۔ اس کے بعد احباب نے اصرار کیا کہ آپ مسجد ابن عباسؓ میں نماز کے لئے نہ جایا کریں دروازہ مکان کے قریب جو مسجد ہے اس میں ہمیشہ نماز باجماعت پڑھا کریں، چنانچہ تمام رمضان اوقات خمسہ کی نماز وہاں پڑھتے تھے۔ اس سال تراویح فقط الم ترکیف سے پڑھی گئی اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ نوافل میں سحر کے وقت تک مسجد میں مشغول رہتے تھے۔ مولوی عزیر گل صاحب اور کاتب الحروف (حضرت شیخ الاسلام) اسی مسجد میں علیحدہ علیحدہ نفلوں وغیرہ میں وقت گذارتے۔ چونکہ گرمیوں کی رات تھی جلد تر سحور

کا وقت ہو جاتا تھا۔ پھر آکر کچھ سحری پکاتے جو اکثر میٹھے چاول ہوتے تھے۔ مگر چونکہ شکر وہاں ملتی نہ تھی اس لئے شہد کو بجائے شکر چاول اور چائے میں استعمال کرتے تھے۔ اور اکثر تو نمکین چاول بغیر گوشت پکایا جاتا تھا۔ اس وقت طائف میں چاول وغیرہ بھی دستیاب ہونا مشکل ہوتا تھا۔ ایک آنہ والی روٹی آٹھ آنے کو بمشکل ملتی تھی۔ مگر دہلی کے تاجروں میں سے حاجی ہارون مرحوم نے تھوڑے چاول مولانا مرحوم کے لئے ہدیۃً بلا طلب بھیج دیئے تھے جو کہ عمدہ قسم کے تھے انھوں نے بہت کام دیا۔ اس مدت میں جو کہ تقریباً دو ماہ تھی ہم نے دس بارہ اشرفی طائف میں بوجہ سخت گرانی کھا ڈالیں۔ (اسیر مالٹا)

حضرت مولانا الحاج سید اصغر حسین میاں صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ سوانح شیخ الہند میں تحریر فرماتے ہیں " رمضان المبارک میں مولانا کی خاص حالت ہوتی تھی اور دن رات عبادت خداوندی کے سوا کوئی کام ہی نہ ہوتا دن کو لیٹتے اور آرام فرماتے لیکن رات کا اکثر حصہ بلکہ تمام رات قرآن مجید سننے میں گذار دیتے (از زکریا حضرت شیخ الہند قدس سرہ خود حافظ نہیں تھے) کئی کئی حافظوں کو سنانے پر مقرر رکھتے۔ اگر وہ باہر کے رہنے والے خادم و شاگرد ہوتے تو ان کے قیام و طعام کا اہتمام فرماتے اور تمام مصارف برداشت فرماتے کبھی اپنے مرشد زادہ مولانا حافظ محمد احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم) سے اصرار کر کے کئی کئی قرآن مجید سنتے۔ کبھی اپنے بے تکلف پیر بھائی حافظ انوار الحق مرحوم سے کبھی اپنے چھوٹے بھائی مولوی محمد محسن صاحب کو مقرر فرماتے۔ اور کبھی اپنے عزیز بھانجے مولوی محمد حنیف صاحب کو اور اخیر زمانہ میں اکثر مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب اس خدمت سے سرفراز ہوتے تھے۔ تراویح سے فارغ ہو کر بہت دیر تک حاضرین کو مضامین علمیہ اور حکایات اکابر سے محظوظ فرماتے اور پھر اگر موقع ملتا تو چند منٹ کے لئے لیٹ جاتے۔ اس کے بعد نوافل شروع ہوتی ایک حافظ دو چار پارے سنا کر فارغ ہو کر آرام کرتا مگر حضرت اسی طرح

مستعد رہتے۔ اور دوسرا حافظ شروع کر دیتا۔ اسی طرح متعدد حفاظ باری باری سے کئی کئی پارے سناتے۔ قاری بدلتے رہتے تھے مگر مولانا کبھی دو تین بجے تک اور کبھی بالکل سحر کے وقت تک اسی طرح کھڑے سنتے رہتے بعض رمضان میں فرائض مسجد میں پڑھکر مکان میں بجماعت خدام و حاضرین تراویح پڑھتے اور اس طرح چار چار اور چھ چھ بلکہ کبھی دس دس پارے تراویح میں پڑھے جاتے تراویح ختم ہو جاتی تو کوئی حافظ نوافل میں شروع کر دیتا تمام رات یہی لطف رہتا تھا۔ اور اس قدر طویل قیام کے بعد جب پاؤں ورم کر جاتے تو خدام و مخلصین کو رنج ہوتا اور حضرت دل میں خوش ہوتے کہ حتی تورمت قدماہ میں سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع نصیب ہوا۔ ایک مرتبہ تقلیل طعام اور قلت منام اور پھر طول قیام سے رمضان المبارک میں نہایت ضعیف ہوگئے۔ پاؤں کا ورم بہت زیادہ ہو گیا مگر قلبی شوق چین نہ لینے دیتا تھا کثیر مقدار میں قرآن مجید سننے کے لئے مستعد تھے۔ آخر لاچار ہو کر مکان میں سے عورتوں نے مولوی حافظ کفایت اللہ صاحب کو کہلا بھیجا کہ آج کسی بہانے سے قلیل مقدار پر بس کر دینا۔ مولوی صاحب نے تھوڑا سا پڑھ کر اپنی طبیعت کی کسل اور گرانی کا عذر کیا حضرت کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا خوشی سے منظور کر لیا۔ اندر حافظ صاحب لیٹ گئے باہر مولانا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے۔ انھوں نے ہشیار ہو کر جب دیکھا کہ خود حضرت شیخ الہند ہیں تو ان کی حیرت اور ندامت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا وہ اٹھ کھڑے ہوگئے اور مولانا فرمانے لگے کہ نہیں بھائی کیا حرج ہے تمہاری طبیعت اچھی نہیں ذرا راحت آجائے گی (سوانح شیخ الہند اصغری) دوسری جگہ مالٹا سے واپسی کے بعد آخری رمضان کے تذکرہ میں سید صاحب لکھتے ہیں

کہ رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں تراویح کے بعد دارالعلوم تشریف لیجاتے طلبہ مدرسین منتظلین سب جمع ہوجاتے آدھی رات سے زیادہ گذر جاتی مولانا کے لطائف وفیوض سے حاضرین محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ آہ! کس کو معلوم تھا کہ یہ آخری دور ہے۔

حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کے معمولات رمضان کے میں نے فضائل رمضان کی تالیف کے وقت بھی احباب سے معلومات کرنی چاہی اس لئے کہ اس سیہ کار کو اپنی محرومی کی وجہ سے کبھی ماہ رمضان میں حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کی نوبت نہیں آئی۔ اس لئے حضرت قدس سرہ کی حیات میں بھی اپنے مخلص بزرگ خواجہ عزیزالحسن صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جو آپ بیتی نمبرہ میں طبع ہوچکا اور اس رسالہ میں بھی حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے حالات میں گذر چکا۔ اور اب اس وقت اس رسالہ کی تالیف کے وقت بھی حضرت قدس سرہ کے متعدد خدام سے جنکو ماہ مبارک میں حضرت کی خدمت میں جزءً یا کلاً حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ان سے دریافت کیا مگر تادم تحریر تو مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ معمولات اشرفیہ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں۔ اور بلا مانع کبھی قرآن سنانا نہیں چھوڑتے۔ نصف قرآن تک سوا پارہ پھر ایک پارہ روز پڑھتے ہیں ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے ہیں۔ جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ترتیل وہی رہتی ہے جو عام طور سے نماز پڑھانے میں ہوتی ہے۔ اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حرفوں کا تناسب وہی قائم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے اوقاف و لہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے کہیں کم پائی جاسکتی ہے۔ یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذ ونادر ہی لگتا ہے۔ قرآن شریف سے

طبعاً حضرت والا کو ایسی مناسبت ہے کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے۔ کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں آئی ہے تو بالبدیہ جواب دے سکتے ہیں۔ بمقام کانپور جماعت تراویح میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد پھرتی کے ساتھ کھانا کھاکر پہنچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا اس قدر مجمع میں سجدۂ تلاوت کرنے میں دقت تھی اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ اس واسطے ایک مرتبہ اس روایت پر عمل کیا گیا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جاوے تو سجدۂ صلوۃ میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے مگر تعریف یہ ہے کہ رکعتیں چھوٹی بڑی نہیں ہوتی تھیں۔ رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں اور اذان اول وقت بہت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کے ساتھ افطار کرکے ہاتھ دھوکر کلی کرکے بطمانینت وسکون نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کرلے اور تکبیر اولیٰ نہ جائے۔ اہل محلہ اپنے گھروں پر افطار کرکے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں۔ نماز مغرب سے حسب معمول مع اوراد فارغ ہوکر کھانا نوش فرماتے ہیں اور عشاء کی نماز کے لئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں۔ رکعات کے رکوع و سجود ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تمام نمازوں کے۔ تہجد کے وقت بھی قرآءت اکثر سری اور کبھی جہری کرتے ہیں، اگر مسجد میں بوجہ معتکف ہونے کے ہوتے ہیں تو بسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن جاتے ہیں اور حضرت اسکو منع نہیں کرتے ہاں اسکا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ہوا کرے۔ بلکہ ایکمرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقررہ قرآن دو رکعت میں پڑھ کر فرمایا سحری کھالو پھر اگر

وقت بچے تو اپنا اپنا تہجد پورا کر لو۔ بعد تہجد آرام فرما کر فجر کے لئے حسب معمول اٹھ بیٹھتے ہیں اور دن اور رات کے تمام معمولات جاری رہتے ہیں کبھی اعتکاف بھی کرتے ہیں۔ پورے عشرۂ اخیرہ یا تین روز اعتکاف میں رہتے ہیں۔ اس وقت انوار و برکات کا گویا مینھ برستا ہے........ اعتکاف میں تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ قصد السبیل اعتکاف ہی میں آٹھ دن میں لکھی گئی ہے۔ ایک اور کتاب بھی قصد السبیل کے ساتھ ان ہی دنوں میں لکھی گئی تھی یعنی الفتوح فیما یتعلق بالروح

ایک مرتبہ احقر (حکیم محمد مصطفی) کو ۲۸ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا خیال غالب یہ تھا کہ قرآن ختم ہو لیا ہوگا۔ کیونکہ اکثر جگہ ستائیسویں شب میں ختم ہو جاتے ہیں نیز مسجد کی کسی ہیئت میں یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا واہمہ بھی نہ ہوا۔ اور اتفاقی بات ہے کہ حضرت نے تراویح سورہ والضحی سے شروع کیں اس سے اور اس خیال کی تائید ہوئی کیونکہ والضحی سے اکثر اس وقت پڑھتے ہیں جبکہ قرآن ختم ہو چکا ہو۔ جب حضرت نے سورہ اقرأ پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ختم کا دن ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا۔ بعد ختم دعا مانگی گئی جس میں معمول سے کچھ بین زیادتی نہ تھی، اور ایک چراغ جو روزانہ جلتا تھا اس کے علاوہ نہ کوئی دوسرا چراغ تھا اور نہ آدمیوں میں زیادتی تھی نہ مٹھائی بٹی۔ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ مٹھائی بانٹوں مگر حضرت نے منع فرما دیا۔ کہ آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے۔ نہ اجوائن وغیرہ پر دم ہوا حضرت نے اوائل سورہ بقرہ الی المفلحون تک پڑھا (معمولات اشرفی)

دوسری جگہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے روزانہ کے معمولات میں لکھتے ہیں کہ حضرت اکثر نصف شب کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے ہیں کبھی سدس لیل میں کبھی اس سے مقدم مؤخر اکثری عادت آٹھ رکعت کی ہے کبھی کم زیادہ بھی، ماہ مبارک میں تہجد کی نماز میں ایک پارہ روزانہ پڑھتے دیکھا اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ...... جب حضرت تہجد کی نماز پڑھتے تو محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا اور سفید

رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر کو اڑتے تھے۔ (معمولات اشرفی)
حسن العزیز جلد اول کے ملفوظات رمضان سنہ ۴۳ھ کے شروع میں ایک مضمون
حضرت حکیم الامۃ نے خود تحریر فرمایا جس میں اپنے سابقہ طرز سیاست کو موعظت
کی طرف منتقل کرنے کی وجوہ بیان کیں۔ اس میں تحریر ہے کہ اسی اثناء
میں ماہ مبارک کا مہینہ ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ رونق افروز ہوا۔ چونکہ اس
ماہ میں عموماً تعلقات کی تقلیل ہو جاتی ہے۔ بالخصوص امسال کہ بوجہ خستگی طبیعت
کے مہینہ بھر کے جمعوں کا وعظ بھی دوسرے احباب کے سپرد کر دیا گیا۔ تراویح میں
ختم قرآن کے لئے بھی دوسرے صاحب تجویز کرلئے گئے۔ پہلے کی طرح کوئی سبق بھی شروع
نہیں کرایا گیا۔ تعلیم ذکر و شغل کی بھی تعطیل رہی جو پارسال بھی رہی تھی تو اس طرح اب کا
رمضان بہت ہی زیادہ بے تعلقی پر مشتمل تھا۔ اس وجہ سے اس تجویز کے آغاز نفاذ
کے لئے یہ ماہ زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ پس بنام خدا آج سے طرز سیاست کو طرز
موعظت سے بدلتا ہوں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ایک ملفوظ
میں ارشاد ہے کہ افطار کے بعد کسی قدر کم کھاوے تاکہ سحری رغبت کے ساتھ کھائی
جاوے۔ یہ بھی فرمایا کہ میں زائد چیزیں مثلاً آم وغیرہ بعد تراویح کے کھاتا ہوں
تاکہ نماز میں گرانی نہ رہے۔ اور رمضان المبارک میں کچھ نہ کچھ زائد چیزیں ہوتی
ہی ہیں۔ کسی نے آم بھیج دیئے کسی نے پھلوریاں بھیج دیں۔ اور خود گھر میں بھی نئی
چیزیں پکتی رہتی ہیں آخر حدیث شریف میں ہے کہ شہر یزاد فیہ رزق المؤمن
یعنی مؤمن کا رزق رمضان میں بڑھ جاتا ہے ...... اس کے آگے لکھتے ہیں
فرمایا کہ مجھ سے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں اوقات میں گڑبڑ
ہو جاتی ہے بس آجکل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہو جاتی
ہیں جیسے آفتاب کے سامنے سارے تارے ماند ہو جاتے ہیں۔ اپنی کم ہمتی کی میں نے
یہ تاویل کر رکھی ہے کہ اور سب عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں۔ گویا رمضان شریف کا
پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سن کر پھر مستورات

میں جاکر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سناتے ہیں اس میں لیٹتے لیٹتے بارہ بج جاتے ہیں
پھر ڈھائی بجے سحری کے لئے اٹھ بیٹھتے ہیں۔ پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے۔ پھر نیند بھی
حضرت کو بمشکل تمام بہت دیر کے بعد آتی ہے اور وہ بھی کبھی آتی ہے کبھی
نہیں، کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت شکایت ہے۔ آجکل برائے نام دو گھنٹے سونے
کو ملتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں،
ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں، "دو گھنٹے" بیٹھکر کچھ پڑھتا ہوں،
لیکن شاید اس لئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنے کا موقع
نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے" ہیں (حسن العزیز) ایک صاحب کے سوال پر
کہ رمضان میں عبادات کی زیادتی دوام کے خلاف تو نہیں تو فرمایا اگر کوئی
رمضان کے لئے اپنے معمولات بڑھالے تو دوام کے خلاف نہیں کیونکہ اول ہی
سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان
میں زیادہ ہوجاتے تھے (انفاس عیسیٰ) ایک جگہ مولوی حکیم محمد یوسف صاحب
بجنوری تحریر کرتے ہیں کہ امسال یعنی ۱۳۳۷ھ میں بندہ کا قیام تھانہ بھون
میں رہا اور ماہ رمضان میں من اولہ الی آخرہ یہ عاجز تراویح میں شریک رہا
حضرت والا نے قرآن شریف سنایا۔ چونکہ حضرت والا ہر کام میں سنت کا اتباع
کرتے ہیں اس لئے میرا دل چاہا کہ حضرت کے یہاں کی تراویح کا پورا نقشہ کھینچدوں
تاکہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اس کا اتباع کریں.....
رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت غروب سے ایک گھنٹہ
چالیس منٹ بعد تھا اور پون گھنٹے بعد جماعت ہوتی تھی۔ فرضوں میں طویل قرات
نہیں ہوتی تھی، اکثر والتین الم ترکیف وغیرہ پڑھتے تھے، تراویح میں بہ نسبت
فرضوں کے ذرا رواں قرات ہوتی تھی۔ مگر ہر حرف سمجھ میں آتا تھا اظہار و اخفار
کی بھی رعایت ہوتی تھی۔ اول اول سوا پارہ پڑھا۔ پھر کم کردیا تھا۔ اور ستائیسویں
شب میں ختم کردیا کل وقت فرض اور تراویح اور وتر میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی

اس سے کچھ کم خرچ ہوتا تھا۔ ہر ترویحہ میں پچیس مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے جس میں خفیف سا جہر بھی ہوتا۔ میں نے حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ترویحہ میں کوئی ذکر شرعاً معین تو ہے نہیں میں درود شریف پڑھتا ہوں کہ مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور پچیس کی مقدار اس واسطے کہ اس عرصہ میں کسی کو پانی پینے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ فارغ ہو سکتا ہے۔ تراویح کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اسکے بعد وتر پڑھتے اور سجدہ تلاوت میں کبھی سجدہ کرتے کبھی رکوع کرتے۔ حضرت والا نے اقرأ سے پہلے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا۔ قل ہو اللہ صرف ایک مرتبہ پڑھی ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ قل ہو اللہ کے تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مباح، اس لئے مستحب سمجھنا تو سخت غلطی ہے اور تراویح میں تکرار یہ محض رسم ہی رہ گئی ہے اس کے متعلق طویل ملفوظ مستقل ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ سورۂ اخلاص ثلث قرآن ہے نہ یہ کہ تین دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے متعلق عجیب جواب ہے وہ یہ کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا۔ اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی نے دس پارے تین دفعہ پڑھے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ (حسن العزیز)

تراویح کے بعد حضرت روزمرہ کے معمول کے موافق تشریف لیگئے نہ روشنی میں اضافہ ضمانہ مٹھائی تھی ختم ہونے کے بعد تین دن تک تراویح میں پہلے دن والضحیٰ سے اخیر تک پڑھا دوسرے دن الم ترکیف سے اور تیسرے دن عم یتساءلون کا پارہ نصف کے قریب پڑھا۔ (حسن العزیز)

اللہ کا شکر ہے حضرت حکیم الامۃ کے بہت سے معمولات مل گئے۔ فللہ الحمد ایک تفریحی واقعہ میں بھی لکھوا دوں۔" یہ آپ بیتی میں بہت جگہ گذر چکا ہوگا کہ

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بہت ہی معاصرانہ بے تکلفانہ اور مزاحانہ برتاؤ تھا اس کے تو بہت سے واقعات وقتاً فوقتاً ذہن میں آئے ایک مرتبہ ماہ مبارک میں میرے والد صاحب حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کے یہاں مہمان ہوئے تو والد صاحب نے حضرت حکیم الامۃ سے پوچھا کہ افطار کا کیا معمول ہے تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ گھنٹہ کے بعد تین چار منٹ شرح صدر کا انتظار کرتا ہوں اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وجہ سے اس دن کچھ اہتمام بھی زیادہ تھا۔ میرے والد صاحب نے جنتری کے موافق گھڑی دیکھی اور پھر آسمان کو دیکھا۔ اور افطار شروع کر دیا۔ یہ کہکر کہ آپ اپنے شرح صدر کا انتظار کرتے رہیں اور ان کے ساتھ ان کے خدام نے بھی شروع کر دیا اور حضرت حکیم الامۃ اور ان کے خدام انتظار میں رہے ایک دو منٹ کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے میرا شرح صدر ہوگا اتنے یہاں تو کچھ رہنے کا نہیں، تراویح کے بعد حضرت تھانوی نے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے پوچھا کہ مولانا سحر کا کیا معمول ہے والد صاحب نے کہا کہ ایسے وقت ختم کرتا ہوں کہ دن بھر یہ خیال رہے کہ روزہ ہوا کہ نہیں، (یہ تو مبالغہ تھا ورنہ دو تین منٹ صبح صادق سے پہلے ختم سحر کا معمول تھا) حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا معمول صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل فارغ ہونیکا ہے والد صاحب نے کہا کہ آپ اپنے وقت پر کھالیں میں اپنے وقت پر، ڈیڑھ دن کا روزہ میرے بس کا نہیں۔ حضرت تھانوی نے فرمایا یہ تو نہیں ہوگا۔ کھاوینگے تو ساتھ ایسا کریں کہ ایک دن کے لئے آپ کچھ مشقت اٹھالیں اور ایک دن کے لئے میں آپ کی خاطر میں مشقت اٹھاوں۔ اسپر فیصلہ ہوا کہ پون گھنٹہ پہلے شروع کر دیا جائے تاکہ ۱۵۔۲۰ منٹ کھانے میں لگیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے فراغت ہو جائے۔ (آپ بیتی نمبر ۴) یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے ایک پرچہ میرے پاس

بھیجا کہ تو نے خواجہ صاحب سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے جن نمبروں کا مجھے علم
ہے ان کا جواب حسب ذیل ہے ۶ افطار مجمع کیساتھ ہوتا تھا ۸ جہاں تک
مجھے یاد ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ (یعنی مغرب کے بعد کی نوافل میں کماً یا کیفاً)
۹ اوابین کی چھ رکعات ادا فرماتے تھے اور کبھی بیٹھکر بھی میں نے پوچھا تھا حضرت
سے کہ بیٹھکر کیوں پڑھتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ عذر ورنہ ہو اور نماز میں پنکھا
نہیں جھلواتے تھے۔ میں نے پوچھا نماز کے وقت پنکھا کیوں نہیں جھلواتے تو حضرت
نے فرمایا عبادت میں جی نہیں چاہتا ۱۸ صبح کی نماز میں اسفار کے متعلق رمضان
یا غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا ۲۱ میرے علم میں حضرت دور
نہیں کرتے تھے ۲۲ جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر دیکھکر تلاوت قرآن کرتے
تھے۔ قرآن شریف بہت ہی اچھا یاد تھا۔ میں نے صرف بس دو آدمیوں
کو دیکھا جتنا قرآن اچھا یاد تھا اتنا کسی کو نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ
علیہ دوسرے قاری عبدالخالق صاحب فقط

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے رمضان کے معمولات وہی معمولات
ہیں جو غیر رمضان میں تھے۔ بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری
میں کافی معمولات ہیں کہ کھجور یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام
ہوتا ہے۔ میرا تو عام معمول یہ ہے کہ جو چیز افطاری کے وقت قریب ہو چاہے
وہ کھجور ہو زمزم ہو گرم پانی ہو امرود ہو اس سے روزہ افطار کر لیتا ہوں
(افاضات یومیہ) یہاں تک لکھنے کے بعد مولانا الحاج ظہور الحسن صاحب مقیم تھانہ بھون
جن کی خدمت میں دیگر احباب کے ساتھ میں نے معمولات کے متعلق استفسار
کیا تھا ان کے یکے بعد دیگرے دو گرامی نامے پہونچے اور یہ پیام بھی کہ ان کو اکابر
کے معمولات کیساتھ ضرور شائع کیا جائے۔ انھوں نے پہلے خط مکتوب ۹ رجمادی الثانیہ
میں لکھا میں نے چونکہ خط ان کے صاحبزادے مولوی نجم الحسن سلمہ کی معرفت
بھیجا تھا کہ وہ آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھ رہے ہیں مولانا نے بھی جواب

ان ہی کی معرفت بھیجا وہ لکھتے ہیں عزیزم نجم الحسن سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
تمہاری ہی معرفت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آنعزیز
کو معلوم ہے کہ میں چند گھنٹے کے لئے دس گیارہ بجے دن کو آتا ہوں عصر سے
پہلے واپسی ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضرت شیخ کی ملاقات سے محروم آتا ہوں۔
کیونکہ وہ ملاقات کا وقت نہیں ہوتا۔ بہر حال کوشش کروں گا کہ شب کو
قیام کروں، میرا حافظہ بہت کمزور ہے روایت باللفظ پر قادر نہیں یہ
واقعہ خط لکھنے کا رمضان ۱۳۹۰ھ کا ہے۔ خواجہ صاحب کے نام خط کا
جانا یاد ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف اوقات میں حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ
علیہ نے مختلف موقعوں پر مختلف عنوان سے ملفوظات بیان فرمائے
ہیں جو ملفوظات کے مطالعہ یا سنانے کے وقت سامنے آجاتے ہیں اس وقت
جو ذہن میں ہے وہ یہ ہیں" فرمایا کہ ماموربہ معمولات انبیاء علیہم الصلوۃ
والسلام کے ہیں، امتی کے معمولات ماموربہ نہیں نیز ان کو جمع کرنا بعض
وجوہ سے مضر بھی ہے اس لئے ان کے درپے ہونا مناسب نہیں ان کے
جمع کرنے میں ایک مضرت یہ ہے کہ ان کو پڑھنا دو حال سے خالی نہیں، یا
پڑھنے والے کے معمولات ان بزرگ کے معمولات سے زائد ہیں یا کم، اگر
زائد ہیں تو ہمت ٹوٹے گی۔ کہ جب اتنے بزرگ کے اتنے تھوڑے معمولات
ہیں تو ہم چھوٹے ہو کر کیوں اتنی مشقت برداشت کریں۔ اور اگر زائد
ہیں تو پست ہمتی کا احساس کر کے تعطل ہو جاتا ہے"۔ ایک مرتبہ بیان فرمایا
کہ میرے معمولات ہی کیا ہیں جن کو بیان کیا جائے میرے معمولات تو
رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہیں تمام اوقات گھرے ہوئے ہیں
اس لئے رمضان میں کوئی نیا وقت نہیں ملتا۔ جس سے زیادتی کی توفیق
ہو۔ تمام وقت رمضان اور غیر رمضان میں ان ہی کاموں میں گھرا
رہتا ہے ــــ آئندہ کوئی بات یاد آئی، یا کوئی ملفوظ مطالعہ کے وقت

سامنے آ گیا تو مطلع کروں گا۔ والسلام

اس کے بعد مولانا ظہور الحسن صاحب کا دوسرا گرامی نامہ ۸ / ج ۲ کا بعنوان گذشتہ سے وابستہ ملا۔ جس میں تحریر فرمایا۔ مختلف بزرگوں کے معمولات جمع کرنے کے مفاسد میں ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ عوام اپنی بصیرت کی کوتاہی سے جس کی شب بیداری اور ذکر و تلاوت کی مقدار زیادہ دیکھیں گے اس کمیت کو بزرگی کا معیار بنا کر ان کے متعلق افضلیت کا حکم لگائیں گے۔ اور جن میں کمی دیکھیں گے ان کو مفضول قرار دیں گے اور باہمی تنافس سے دوسروں کی تنقیص کے مرتکب ہوں گے کیفیت اور دوسری خدمات دینی کی نوعیت سے لاعلمی کی بنا پر جو حضرات اصلاح خلق کے اہم فرض کفایہ کی خدمات میں مشغولی کی وجہ سے زیادہ تلاوت اوراد اور شب بیداری وغیرہ کا موقع نہیں پاتے ان کو مفضول اور ادنی سمجھتے ہیں اپنے ناقص اور خود ساختہ معیار سے غلط فیصلہ کر کے افضل کو مفضول قرار دیکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ فجر کے بعد اپنی جگہ ذکر تلاوت میں مشغول رہنا اور اشراق کی نفلیں پڑھ کر اٹھنا حسب روایت حدیث حج وعمرہ کا ثواب رکھتا ہے ہوسکتا ہے کہ بعض اعمال اس سے بھی فوق ہوں، میرے ذوق میں نماز فجر کے بعد چہل قدمی اور تلاوت بہ نیت "اعدوا لهم الخ" اس سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت کا خود کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر تقریباً دو میل مشی فرماتے۔ اور اس مشی میں کلام مجید کی ایک منزل کی تلاوت مناجات مقبول کی ایک منزل بھی پوری فرما لیتے۔ پھر اشراق کی نفلیں پڑھتے۔ یہ تلاوت چونکہ تدبر کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے عموماً بہت سے آئے ہوئے فقہی فتاوئی اور تصوف کے سلسلہ کے سوالات کے جوابات بھی تلاوت کے ضمن میں آیات سے حل ہو جاتے۔ جن کو حالت مشی ہی میں ذہول کے خطرہ کی بنا پر پنسل کاغذ سے نوٹ فرما لیتے اور جائے قیام پر پہنچکر اپنے موقع پر

نقل فرما لیتے بظاہر تو یہ صرف منشی ہوتی تھی جس کو عرفاً اوراد ووظائف سے متعلق
نہیں سمجھا جاتا اور حقیقت کے اعتبار سے یہ عرفی وظائف سے بدرجہا بڑھی ہوئی
علمی اور اصلاحی خدمت تھی. خانقاہ سے مکان تک جانے میں راستہ میں ملنے والے بچوں
سے تفریح اور خوش طبعی کی ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو فرماتے جاتے ان کے جوابات
سے نتائج اخذ فرماتے۔ دولت خانہ میں پہونچکر گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیئے
تفریحی گفتگو فرماتے۔ جہان عورتوں کی حاجات سنتے ان کے لئے اصلاحی باتیں فرماتے
گویا زندگی کا ہر لمحہ بظاہر دنیا کے مشاغل میں مصروف نظر آتا اور حقیقت میں وہ سب
اصلاحی درس تھا۔ اس لئے عرفی اوراد و ظائف سے کہیں بالاتر تھا۔ وہ عوام جو اس
گہرائی سے ناواقف ہیں حقیقت تک نہ پہونچیں تو یہ انکی علمی کوتاہی ہے جن مصالح
کے پیش نظر آپ اور بزرگوں کے معمولات اب شائع کرنے کا ارادہ فرمارہے ہیں ہیں
اگر ان ملفوظات کو بھی شائع فرمادیں تو عوام کی طرف سے جن مفاسد کا امکان ہے
وہ جاتا رہے گا اور تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائیگا ورنہ جیسی مصلحت ہو
تعمیلا للارشاد تحریر ہوا والسلام بندہ ظہور الحسن غفرلہ ۱۸ ر ج ۲

حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کے معمولات تو یہ ناکارہ معمولات اشرفیہ حسن العزیز
وغیرہ سے اوپر درج کراچکا مولانا ظہور الحسن صاحب نے علمی اشتغال حضرت حکیم الامۃ
کا لکھا وہ بھی بہت اہم ہے اس میں کیا شک ہے کہ علمی اشتغال اوراد و ظائف
سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ میں مرشدی حضرت سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کے معمولات
میں غالباً لکھوا چکا ہوں کہ بذل المجہود کی تالیف کے بعد سے ماہ مبارک میں اشراق کے
بعد سے دوپہر تک بذل کی تالیف کا سلسلہ رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اعتکاف میں بھی ساری
کتابیں معتکف میں جاتی تھیں۔ اکابر کے مختلف معمولات اسی لئے جمع کئے جاتے ہیں
کہ ہر صاحب ذوق اپنے ذوق کے موافق اور اپنے حالات کے موافق مشائخ میں سے جن کے معمول کو اپنے
لئے آسان اور اپنے ذوق کے موافق سمجھے اس کے اتباع کی کوشش کرے۔ گلدستہ
کا کمال یہی ہے کہ اس میں ہر نوع کے پھول ہونے چاہئیں، ایک ہی نوع کے اگر سارے

پھول ہوں تو وہ گلدستہ کا کمال نہیں اس ناکارہ نے تو فضائل رمضان کے شروع میں بھی جو رمضان ۱۳۴۹ھ میں اعتکاف ہی کے زمانہ میں لکھا گیا تھا یہ لکھا ہے کہ میرے حضرت میرے مرشد مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی رمضان اور غیر رمضان کے معمولات میں کچھ زیادہ فرق نہیں تھا......... اس میں یہ لکھا جا چکا کہ اکابر کے معمولات اسوجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے انکو پڑھ لیا جائے۔ یا کوئی تفریحی فقرہ ان کو کہدیا جائے۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے۔ اور حتی الوسع پورا کرنیکا اہتمام کیا جائے کہ ہر ایک اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے فقط۔ اس ناکارہ کا خیال اپنے اکابر کے متعلق خوش اعتقادی سے نہیں بلکہ حقیقت میں یہ ہے کہ ان حضرات کے افعال اقوال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو جامع الکمالات اور "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا سچا مصداق ہیں، آپؐ ہی کے مختلف احوال کا پرتو ہیں، میں تو اپنے ان اکابر شموس و بدور ہدایت کے متعلق خوان خلیل میں حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ ہی کے ترجمہ میں یہ لکھوا چکا ہوں کہ ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	ان ہی کے اتقاء پہ ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے	ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں	پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے	اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

میں اپنے اکابر کے متعلق اس میں یہ بھی لکھوا چکا ہوں ؎

اولئٰک اٰبائی فجئنی بمثلہم	اذا جمعتنا یا جریر المجامع
الٰہی کیسی کیسی صورتیں تو نے بنائی ہیں	کہ ہر اک دست بوسی کیا قدم بوسی کے قابل ہے

دوسرے مصرع کی اصلاح ہمارے مدرسہ کے ناظم مولانا اسعد اللہ صاحب نے کی جو مجھے بہت پسند آئی۔ لیکن اس کے باوجود گلدستہ کے پھولوں کی طرح سے ہر ایک کی بو الگ نظافت و لطافت الگ اور گلدستہ جب ہی کامل و مکمل ہو سکتا ہے

جبکہ اس میں مختلف رنگوں کے اور مختلف خوشبوؤں اور اداؤں کے پھول ہوں ؎
گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

حضرت شیخ الاسلام مولانا الحاج مدنی نوراللہ مرقدہ کا سلہٹ کا

رمضان ۶۵ھ کا مولانا عبد الحمید صاحب اعظمی نے مستقل رسالہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کو مختصر کر کے یہاں نقل کراتا ہوں گو بہت طویل ہوگیا مگر اکابر میں سے کسی کے رمضان کی اتنی تفصیل ابتک کسی رسالہ میں نہیں ملی۔ اس لئے میرا جی چاہا کہ حضرت قدس سرہ کے رمضان کی تفصیل کم از کم آجائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا کا قیام تو دارو غہ عبد الستار صاحب مرحوم کے مکان پر ہوتا تھا اور نئی سڑک کی بڑی مسجد جو قیام گاہ سے تقریباً دو فرلانگ ہے اس میں حضرت پانچوں وقت کی نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اسی میں تائرین و معتقدین دور دراز سے آکر ماہ مبارک میں فروکش ہوتے تھے، چونکہ حضرت قدس سرہ کا پورے ماہ قیام ہوتا تھا اس لئے اقامت کی نیت ہوتی تھی اور جملہ نمازوں میں حضرت خود ہی امامت فرماتے تھے۔ اور ظہر کی نماز کے بعد مصلے کے چاروں طرف جو بیسیوں بوتلیں پانی دم کرنیکی رکھی رہتی تھیں (دم کرتے) اس کے بعد مصلے کے نیچے سے وہ درخواستیں نکالتے جو ظہر کی نماز تک وہاں جمع ہوتی رہتی تھیں۔ اور ان کو ہر ایک کو پڑھ کر صاحب درخواست کو بلا کر اسکی درخواست پوری فرماتے۔ تعویذ وغیرہ لکھتے جس میں بیعت کی درخواست ہوتی ان سب کو ایک کونہ میں جمع کرتے۔ ان درخواستوں سے فارغ ہونے کے بعد بیعت ہونے والے حضرات کو بیعت کرتے۔ پھر کچھ ارشاد و نصیحت کے بعد دولتخانہ پر تشریف لیجاتے۔ جانے کے ساتھ کبھی ذرا لیٹ گئے ورنہ تلاوت میں مشغول ہوگئے ڈاک کا کام اگر باقی رہ گیا تو اسکو پورا کیا۔ اسی درمیان میں خصوصی ملاقاتوں کا بھی سلسلہ جاری رہتا۔ اتنے میں عصر کی اذان ہوجاتی۔ حضرت ضروریات سے فارغ ہوکر نماز عصر کے لئے تشریف لیجاتے نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ

محمد جلیل صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے ساتھ سوا پارے کا دور فرماتے۔ اسطرح پر کہ پاؤ پارہ حضرت پڑھتے اور پھر وہی پارہ مولانا محمد جلیل صاحب پڑھتے اگر غروب سے پہلے دور ختم ہوجاتا تو حضرت مراقب رہتے اور رفقاء اپنے ذکر و شغل میں مشغول رہتے اور افطار کے بعد جسمیں عموماً کھجور اور زمزم ہے۔ اور ناشپاتی انناس عمدہ کیلے امرود آم بصری کھجوریں ناریل کا پانی پپیتے میٹھے اور نمکین چاول ، ـــــ تلے ہوئے انڈے ... ہوتے اور عام ہندستانی افطاری پھلکیاں چنے وغیرہ سے دسترخوان خالی ہوتے۔ میں تو سمجھا کہ ان چیزوں کا یہاں رواج نہیں مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رواج تو خوب ہے مگر ان چیزوں کو گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے حضرت کے دسترخوان پر لانا توہین سمجھتے تھے۔ اس سب کے باوجود حضرت کا افطار بہت ہی مختصر ہوتا۔ اسوقت میں سارے دسترخوان پر چہل پہل اور فرحت و سرور کا دور ہوتا مگر حضرت نوراللہ مرقدہ نہایت استغراق میں ساکت رہتے۔ (از زکریا للصائم فرحتان) انطارگاہ مسجد کے قریب ہی تھا۔ لیکن دور کے ختم ہونے کے بعد سے جو استغراقی کیفیت ہوتی تو بعض مرتبہ اذان کی بھی اطلاع کرنی پڑتی (از زکریا یہ منظر اس ناکارہ نے بھی دیوبند کی حاضری میں بارہا دیکھا کہ لوگ کسی سیاسی مسئلہ پر زور و شور سے بحث و مباحثہ کرتے رہتے اور کسی موقع پر حضرت زور سے فرماتے آئیں آئیں ـــ اسوقت میں سمجھتا کہ حضرت جی تو یہاں ہیں نہیں) افطار کی اتنی تنوعات کے باوجود جو اوپر ذکر کیا گیا کھجور و زمزم کے بعد ایک آدھ قاش کسی پھل کی نوش فرماکر ناریل کا پانی نوش فرماتے۔ اور ایک یا آدھی پیالی چائے کی نوش فرماتے لیکن دسترخوان کے ختم ہونے تک وہیں تشریف فرما ہوتے۔ اور کبھی کبھی کوئی مزاحی یا تفریحی فقرہ بھی فرمایا کرتے ۸-۱۰ منٹ اس افطار میں لگ جاتے اس کے بعد حضرت مغرب کی نماز نہایت مختصر پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعت نفل نہایت طویل تقریبا نصف گھنٹے تک پڑھتے۔ اس کے بعد حضرت طویل دعا مانگتے جس میں سارے اہل مجلس چاہے مشغول ہوں یا فارغ شرکت کرتے اس کے بعد اگر کہیں کھانے کی دعوت

ہوتی تو مسجد سے داعی کے مکان پر تشریف لیجاتے۔ ورنہ اپنے قیام گاہ پر تشریف لیجاتے
کھانے میں دو دستر خوان ہوا کرتے تھے ایک حضرت اور ان کے رفقاء کا جو روٹی کھانے
کے عادی تھے اور دوسرا ان مہمانوں کا جو چاول کھانے والے ہوتے تھے۔ حضرت کے رفقاء
میں صاحبزادے مولانا اسعد اور عزیزان ارشد و ریحانہ بھی ہوتے یہ تینوں بھی چاول
کھانے والوں میں ہوتے۔ حضرت مزاحاً ارشاد فرمایا کرتے کہ دو بنگالی میرے پاس بھی
ہیں ان کے لئے بھی چاول لگا دیجئے۔ دستر خوان پر مختلف قسم کے چاول کثرت سے ہوتے
تھے۔ اس لئے کہ مجمع بنگالیوں کا ہوتا تھا۔ اور وہ چاول کے عادی ہیں، پراٹھے کا دستور
ہے مگر سادی چپاتیاں نہ ان کو معلوم ہیں نہ کوئی پکانا جانتا ہے۔ دستر خوان پر گوشت
وغیرہ کے علاوہ کسی میٹھی چیز کا ہونا بھی ضروری ہے حلوے اور شاہی ٹکڑوں کے
علاوہ پپیتے اور پیٹھے کی سویاں اس تکلف سے پکائی جاتیں کہ ادھر کے لوگوں کو اسکی
پہچان اور تمیز مشکل ہو جاتی نیپال کی سبز مرچیں تراش کر دستر خوان پر رکھنا بھی
ضروری ہوتا۔ باوجود اس کے کہ یہ مچھلیوں کا ملک ہے معلوم نہیں کہ مچھلی دستر خوان
پر کیوں نہیں ہوتی تھی ایک نئی ترکاری بانس کی لائی گئی تھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہاں
بانسوں میں ایک گونپھا ہوتا ہے اسکی ترکاری پکائی جاتی ہے۔ حضرت نوراللہ مرقدہ
کا عمومی دستر خوان دیوبند میں اور یہاں بھی عرب کے قاعدہ کے موافق ایک بڑے
طباق میں ترکاری اور اس کے چاروں طرف حلقہ بنا کر کھانے والے بیٹھتے تھے حضرت
نوراللہ مرقدہ کے پاس ایک کپڑے میں گرم چپاتیاں لپٹی رہتی تھیں اور حسب ضرورت
مہمانوں کو مرحمت فرماتے رہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی رکابی کو بھری ہوئی چھوڑ دیتا
تو حضرت اسکو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے صاف کر دیتے۔ اور دستر خوان پر
گرے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو اٹھا کر بے تکلف کھالیتے تھے۔ جس کی وجہ سے دوسرے
لوگوں کو بھی اس کا اہتمام ہو گیا۔ حضرت کا معمول دو زانوں بیٹھکر کھانے کا تھا۔ ایک
چپاتی بائیں ہاتھ میں دبا لیتے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے توڑ کر کھاتے۔ سب سے اول میں استنجاء
کرتے۔ سب سے آخر میں فارغ ہوتے۔ کھانے کے بعد سب مہمان چائے پیتے یہ سب تفصیل دعوت،

کی تھی۔ اگر کہیں دعوت نہ ہوتی تو حضرت مغرب کی نماز سے فراغ کے بعد سیدھے قیامگاہ پر تشریف لاتے کھانا پہلے سے تیار رہوتا تشریف لاتے ہی دو دستر خوان ایک چاول والوں کا اور دوسرا حضرت اوران کے رفقاء روٹی کھانے والوں کا۔ چونکہ مکان پر کھانے سے جلدی فراغ ہو جاتا اسلئے حضرت کھانے کے بعد چند منٹ بیٹھ جاتے احباب مختلف گفتگو علمی یا اخباری کرتے رہتے۔ حضرت بھی اس میں شریک ہوتے اس کے بعد چند منٹ کے لئے حضرت آرام فرماتے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کا مخصوص لہجہ اوران کی نماز کا خشوع وخضوع نہ صرف ہندوستان بلکہ عرب وحجاز میں بھی ممتاز ومسلم ہے۔ سلہٹ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز اور تراویح کی امامت خود فرماتے اسلئے تراویح کی شرکت کیلئے دور دراز سے روزانہ سیکڑوں آدمی آتے اور تراویح و تہجد کی شرکت فرماکر صبح کو سب اپنے گھر روانہ ہو جاتے (از زکریا حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کی قرارت اور نمازوں کے متعلق جو کچھ لکھا لفظ بلفظ صحیح ہے۔ فرائض کی اقتدا تو اس ناکارہ کو سیکڑوں مرتبہ ہوئی ہوگی لیکن ماہ مبارک میں حضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کی کبھی توفیق نہیں ہوئی۔ البتہ تراویح میں دو مرتبہ اقتدار کی نوبت آئی۔ پہلی مرتبہ رمضان المبارک ۶۳ھ میں جبکہ حضرت مدنی قدس سرہ الہ آباد جیل سے رہا ہوکر ۲۹ر رمضان یکشنبہ کی صبح کو سہارنپور پہونچے اور اسی وقت دوسری گاڑی سے دیوبند روانہ ہوگئے۔ اور ایک شب دیوبند قیام کے بعد دوشنبہ کی دوپہر کو بارہ بجے دہلی تشریف لیگئے۔ چونکہ اس سال ۲۱ر رجب کی صبح کو چچاجان کا انتقال ہوگیا تھا اس لئے حضرت قدس سرہ دہلی پہونچنے کے بعد مغرب کے بعد نظام الدین بسلسلۂ تعزیت تشریف لے گئے۔ تراویح کے وقت حضرت نے فرمایا جو امام تراویح ہے وہ تراویح پڑھائے۔ میں نے عرض کیا کہ کس کی ہمت ہے کہ آپ کے سامنے تراویح پڑھا سکے آج تو آپ ہی کو پڑھانی ہے۔ تھوڑی سی ردوقدح کے بعد حضرت نے قبول فرمالیا اور اس شب کی تراویح کی امامت حضرت نے نظام الدین میں فرمائی۔ اور اپنی تراویح کا قرآن جو پہلے سے شروع ہوا ہوا تھا اسمیں پارہ ۱۵ کے نصف سے سورۂ بنی اسرائیل

کے ختم تک ایک پارہ بیس رکعت میں ایسے اطمینان سے پڑھا کہ لطف آگیا
دوسری مرتبہ دوسرے ہی سال رمضان ۱۳۵۳ھ کی پہلی تراویح حضرت نے
سہارنپور کے اسٹیشن پر پڑھائی کہ ۲۹ شعبان کی شب میں صبح کو چار بجے
بخاری شریف ختم ہوئی اور اسی دن شام کو مع اہل وعیال لاری سے دیوبند
سے روانہ ہو کر سہارنپور پہونچے۔ اور بارہ بجے کے قریب سہارنپور کے اسٹیشن
پر بہت بڑی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی۔ اہل مدرسہ و اہل شہر کی بڑی
جماعت جو اپنے اپنے یہاں سے تراویح پڑھ کر اسٹیشن پر پہونچتے رہے اور بہ نیت
نفل شریک ہوتے رہے۔ زکریا کو حضرت نے حکم فرمایا کہ میرے قریب کھڑے ہو
سامع تمہیں بننا ہے میں نے عرض کیا آپ کو لقمہ دینا آسان تھوڑا ہی ہے۔
مجمع میں حافظ بہت ہیں اچھے سے حافظ کو بلاؤں حضرت نے قبول نہیں فرمایا
اور اس شب کے استماع کا فخر اس سیہ کار کو حاصل ہوا فقط) مولوی عبدالحمید
صاحب لکھتے ہیں چونکہ مجمع دور دور سے آتا تھا اذان کے بعد ہی مسجد پُر ہو جاتی
تھی۔ بعد میں آنے والوں کو جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔ حضرت کے تشریف لیجانے کے لئے
درمیان میں تھوڑی سی جگہ خالی رکھی جاتی تھی مسجد میں تشریف لاتے وقت
متولی مسجد پانی کا گلاس پہلے سے بھر کر انتظار میں کھڑے ہوتے۔ کہ حضرت مکان
سے چائے وغیرہ سے فراغت کے بعد ایک پان کھا کر موٹر میں تشریف فرما ہوتے
اور کلی کر کے سیدھے مصلے پر پہونچتے تھے۔ کثرت ہجوم کی وجہ سے ایک دو مکبر
توضرور رہتے اور اخیر عشرہ میں کئی مکبر ہو جاتے تھے۔ تراویح میں ڈھائی پارے
قرآن پاک اس طرح پڑھتے کہ اول چار رکعتوں میں مولوی جلیل سوا پارہ
پڑھتے اور اسی سوا پارہ کو سولہ رکعتوں میں حضرت قدس سرہ پڑھتے۔ ترویحہ
بہت لمبا ہوتا۔ حضرت پر تراویح میں قرآن پاک پڑھتے ہوئے بعض وقت
ایک جوش پیدا ہوتا کہ اس وقت کی لذت تو سننے والے ہی کو معلوم ہے
تراویح کے بعد بہت طویل دعا ہوتی جس میں حاضرین پر گریۂ وبکا کا ایسا

زور ہوتا کہ بسا اوقات ساری مسجد گونج جاتی تراویح کے بعد حضرت اپنے رفقاء اور خدام کیساتھ وہیں چائے نوش فرماتے اور تقریباً دس منٹ بعد حضرت قدس سرہ وعظ کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور لوگ اپنی اپنی مساجد سے تراویح پڑھنے کے بعد حضرت کے وعظ میں شرکت کے لئے مسجد میں آجاتے اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی بلکہ لوگ مسجد سے باہر سڑکوں پر کھڑے ہوتے وہاں آواز نہیں پہنچتی تھی اسلئے آلہ ٔ مکبر الصوت کا انتظام کیا گیا۔ اور اسوقت میں وعظ میں شرکت کرنیوالوں کو جن کی ہزاروں کی تعداد ہوتی تھی چائے بھی خاموشی سے ملتی رہتی تھی۔ مگر اس میں آواز بالکل نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی ایسا شخص ہوتا جس کو چائے نہ ملی ہو۔ اتنے حضرت نور اللہ مرقدہ اپنی چائے سے فراغت پاتے اتنے مجمع بھی چائے سے فارغ ہو جاتا۔ یہ وعظ بالکل اصلاحی ہوتا تھا سیاسیات پر کوئی کلام طویل نہیں ہوتا تھا۔ ایک آدھ لفظ بیچ میں چاشنی کے طور پر آجاتا تھا۔ حضرت کے وعظ میں پرچہ بھی پہنچتا رہتا تھا اور حضرت اسکو سن کر اس کا جواب بھی تفصیل سے دیتے۔ جب وسط رمضان کے بعد سے حضرت قدس سرہ کی طبیعت ناساز ہو گئی تو دوسرے لوگ وعظ کرتے رہے لیکن حضرت قدس سرہ باوجود ناسازی طبع کے جب تک وعظ ختم نہ ہوتا وعظ میں تشریف فرما ہوتے اس کے بعد ایک گھنٹہ بعد وعظ ختم ہو کر مصافحہ کا نمبر شروع ہوتا۔ باوجود انتظامات کے کار تک پہنچنے میں دیر لگ جاتی۔ مکان پر تشریف لانے کے بعد ہلکا سا ناشتہ پیش ہوتا جس میں جملہ حاضرین شرکت کرتے۔ ڈیڑھ بجے رات کو یہ مجلس ختم ہو جاتی اس کے بعد حضرت اپنے حجرہ میں تشریف لاتے۔ اس میں بھی بعض مخصوص حضرات سے تخلیہ میں بات کرتے اس کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ حضرت آرام فرماتے اور پھر تہجد کے لئے بیدار ہو جاتے (از زکریا اس کا اس ناکارہ کو بھی بہت ہی کثرت سے تجربہ ہوا ہے کہ میرے حضرت مرشدی سہارنپوری اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہما کی نیند اس قدر قابو کی تھی کہ جب سونے کا ارادہ فرماتے لیٹتے ہی آنکھ لگ جاتی اور

جب اٹھنے کا ارادہ ہوتا بغیر کسی الارم یا جگانے والے کے خود بخود آنکھ کھل جاتی جس کو میں کسی جگہ آپ بیتی میں تفصیل سے لکھوا چکا ہوں) اور ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں تہجد کیلئے تشریف لیجاتے جو لوگ تہجد کی شرکت کے لئے دور دور سے آتے وہ سب حضرت نور اللہ مرقدہ کے پہنچنے سے پہلے ورنہ پہلی رکعت میں ضرور شریک ہوجاتے تہجد میں دو قرآن کا معمول تھا۔ ایک حضرت نور اللہ مرقدہ پڑھتے دوسرا مولانا محمد جمیل صاحب حضرت تہجد کے لئے تشریف لیجاتے وقت بہت اہتمام کرتے کہ آہٹ نہ ہو اور کسی کی آنکھ نہ کھلے۔ مگر لوگ فرط شوق میں جاگ ہی جاتے تھے۔ نفلوں کے بعد چونکہ سحری کا وقت بہت کم رہتا اس لئے فوراً اسی وقت مکان پر سحری کا دسترخوان بچھ جاتا اور وقت کی تنگی کی وجہ سے جلدی جلدی انگلیاں اور منہ کھانے میں مشغول اور آنکھیں گھڑیوں پر اور کان مؤذن کی آواز پر ہمہ تن متوجہ رہتے اور حضرت سحری سے فراغت کے بعد تھوڑی دیر لیٹ جاتے اور پھر معاً نماز کی تیاری کرتے مسجد میں تشریف لیجاتے اور اسفار میں نماز ہوتی لیکن اخیر عشرہ میں اعتکاف کے زمانہ میں غلس میں شروع ہوتی اور اسفار تام میں ختم ہوتی واپس جانے والے حضرات الوداعی مصافحہ کرتے اور حضرت اپنے قیامگاہ پر تشریف لاتے اور فوراً لیٹ جاتے ایک دو خادم بدن دباتے اور سر مبارک پر تیل ملا جاتا۔ اور حضرت بعض مرتبہ باتیں کرتے کرتے ہی سو جاتے۔ رفقاء بھی سب سو جاتے۔ حضرت تھوڑی دیر آرام کے بعد وضو استنجاء سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوجاتے۔ اور دس بجے سے ان لوگوں کی آمد شروع ہوجاتی جن کو تخلیہ کا وقت دیا گیا تھا لیکن اس درمیان میں بھی اگر کچھ وقت ملتا تو حضرت قدس سرہ تلاوت میں مصروف ہوجاتے اور اسی وقت میں ڈاک بھی تحریر فرماتے۔ اس درمیان میں جن لوگوں کو کچھ خصوصی بات کرنی ہوتی وہ بھی آتے جاتے یہ سلسلہ کبھی کبھی تو ظہر تک چلتا اور اگر کبھی وقت مل جاتا تو ظہر سے پہلے آدھ گھنٹہ آرام فرمالیتے۔ اس سال حضرت نور اللہ مرقدہ کی طبیعت بہت ناساز رہی اور وسط رمضان سے بخار وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اس لئے بعض خدام نے اعتکاف کے متعلق استمزاج کیا کہ اعتکاف میں دقت زیادہ ہوگی،

حضرت نے فرمایا نہیں اعتکاف کی نیت کر لی ہے۔ چنانچہ مسجد کے ایک کونے میں حضرت کا معتکف بنا دیا گیا۔ لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے بسا اوقات دوران نماز میں سردی لگ جاتی حضرت چادر اوڑھ لیتے برقی پنکھے بند کر دیئے جاتے اور بعض مرتبہ درمیان میں چائے پی کر اسطرح نماز میں مشغول ہو جاتے اسی طرح بخار ہی کی حالت میں تہجد میں طویل قیام اور لمبی قراءت کرنا پڑتی۔ چونکہ قیام گاہ پر حضرت کی ناسازی طبع کیوجہ سے چار راتوں میں تہجد کی نماز باجماعت نہیں ہو سکی تھی اس لیئے قرآن ختم ہونے کو کافی باقی رہ گیا تھا۔ اس کمی کو اس عشرہ میں پورا کرنا ضروری تھا۔ اس پر مزید یہ کہ مسجد میں قیام اور لوگوں کے ہجوم دازدحام کے باعث رات کے نصف گھنٹے کا وہ سکون اور خاموشی بھی یہاں میسر نہیں تھی جو قیام گاہ پر حاصل تھی اس لیئے مشاغل کی زیادتی کے ساتھ آرام کا بھی کوئی خاص موقع نہیں اخیر عشرہ میں ہجوم بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ مسجد سے باہر سڑکوں پر بھی آدمی رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے ظہر کے بعد کی درخواستوں میں بھی کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی اور مخصوص طالبین سالکین جن کو اپنے مخصوص حالات سنا کر ہدایات لینی تھیں ان کی تعداد تو بہت ہی بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ ان کے لئے نمبر وار باری مقرر کرنی پڑی۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جانے والوں کے مصافحہ کی بہت کثرت ہوتی اس سے فارغ ہو کر حضرت معتکف میں تشریف لیجاتے۔ اور تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد جب کہ رات کا جاگا ہوا سارا مجمع گہری نیند سویا ہوا ہوتا حضرت اٹھ کر نہایت آہستہ آہستہ قدم بچا کر استنجا رتشریف لیجاتے اور وضو فرما کر اپنے معمولات میں مشغول ہو جاتے۔ اور شب قدر جو لوگوں میں ستائیسویں شب مشہور ہے کے ہجوم کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ظہر کے بعد کے پرچوں میں بھی کثرت ہو گئی اور تراویح کے بعد کی دم کی بوتلیں حضرت نور اللہ مرقدہ کے مصلے کے چاروں طرف پھیل گئیں۔ اور جب تہجد کے بعد حضرت نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھایا تو ساری مسجد رونے سے گونج گئی اور خود حضرت نور اللہ مرقدہ کے اوپر جس کیف وسرور کی حالت دیکھی نہ بیان سے

باہر ہے۔ اور اس رات میں شب قدر کی تعیین کے بارے میں حضرت قدس سرہ کی مجلس میں مختلف گفتگو شروع ہوئی راقم الحروف (مولانا عبدالحمید اعظمی) نے پوچھا کہ اہل اللہ کو تو شب قدر کے سارے کوائف کھل جاتے ہیں معلوم نہیں اس رمضان میں کس شب میں تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میرے خیال میں اس سال شب قدر تیئیسویں شب میں تھی۔ تیسویں رمضان چہارشنبہ کو عید کا چاند دیکھنے کے بعد حضرت شیخ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر قیامگاہ پر تشریف لے گئے۔ اس شب میں بھی تہجد کی نماز جماعت سے ہوئی اور حضرت نے اسقدر طویل قیام فرمایا کہ سارے رمضان میں کسی رات میں اتنا طویل قیام تہجد میں نہیں فرمایا ہوگا۔ صبح کو ٹھیک ساڑھے نو بجے حضرت نے اسی مسجد میں عید کی نماز پڑھائی۔

حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کے متعلق

آپ بیتی میں بہت مختلف تذکرے گذرے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام اور حضرت رائپوری ثانی نوراللہ مرقدہما کا زمانہ چونکہ اس سیہ کار کو زیادہ ملا۔ اور ان دونو بزرگوں کی شفقتیں بھی اس سیہ کار پہ میری حد تحریر سے تو باہر ہیں اور ابھی تک اس کے دیکھنے والے بھی سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہیں، اور دونوں اکابر کی سوانح کے وقت میں احباب نے بہت ہی کچھ اصرار کئے مگر اس وقت علمی انہماک اتنا مجھ پر مسلط تھا کہ سوچنے سے بھی کوئی بات یاد نہیں آتی تھی۔ اب علمی کاموں سے بیکاری میں پڑے پڑے اکابر کے واقعات یاد آ آ کر رلاتے رہتے ہیں، اور جدھر بھی نگاہ کرتا ہوں ؎

داماںِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

میرے مخدوم میرے آقا شیخ الاسلام مولانا مدنی نے تو زبان سے کبھی ارشاد نہیں فرمایا کہ یہ سیہ کار رمضان میں حاضر خدمت ہو، مگر انداز سے میں کئی دفعہ سمجھا کہ حضرت کا مبارک منشا یہ تھا کہ میں حضرت کے ساتھ رمضان گذاروں اور حضرت محسنی منتہی

حضرت رائپوری ثانی نے تو اپنی زندگی کے آخری سالوں میں نہ صرف ارشاد بلکہ اصرار بھی فرمایا کہ یہ سیہ کار ماہ مبارک حضرت کی خدمت میں گذارا کرے لیکن حضرت نوراللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ کے وصال تک اس سیہ کار پر العلم الحجاب الاکبر کا وہ زور تھا کہ علمی حرج بہت ہی شاق تھا۔ شاید آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا بھی چکا ہوں کہ بغیر رمضان کے بھی حضرت نوراللہ مرقدہ کی اخیر زمانہ میں شفقتیں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ اس سیہ کار کی جدائی بہت شاق تھی۔ یہ ناکارہ ایک آدھ دن قیام کے بعد بخاری شریف کے سبق کے حرج کا عذر کر کے واپسی کی اجازت چاہتا تو حضرت نے کئی دفعہ ارشاد فرمایا جو اَب یاد آکر رلاتا ہے کہ بخاری شریف کا سبق تو پھر پڑھا لوگے مگر ہم کہاں ہونگے۔ حضرت کے ان ہی شفقت آمیز ارشادات اور تعلق کی بنا پر جبکہ شوال ۱۳۸۰ھ میں مرض کی شدت اور ڈاکٹر کی آمد و رفت کی سہولت کیوجہ سے حضرت قدس سرہ کا بہٹ میں کانگروں والی کوٹھی پر قیام تھا۔ عرصہ تک یہ معمول رہا کہ شام کے دوسرے گھنٹہ میں ابوداؤد شریف کا سبق پڑھا کر دارالحدیث سے سیدھا موٹر اڈہ پر پہونچ جاتا۔ اگر موٹر بالکل تیار ہوتی تو عصر بہٹ اتر کر پڑھتا اور اگر موٹر میں کچھ تاخیر ہوتی تو موٹر اڈہ کی مسجد میں عصر پڑھ کر موٹر میں سوار ہوتا موٹر والے بھی چونکہ روزانہ کی وجہ سے واقف ہوگئے تھے اس لئے وہ بھی دو چار منٹ میرا انتظار کر لیتے اور بہٹ اتر کر نماز پڑھکر کانگروں والی کوٹھی میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اللہ کے لطف و کرم سے تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ نے موٹر والوں کے دلوں میں شفقت ڈالی کہ وہ بہٹ کے قریب جاکر موٹر کو ایسا تیز چلاتے کہ مجھے سیدھے کانگروں کی کوٹھی پر اتار کر وہاں سے واپس آکر بہٹ کے اڈہ پر سواریوں کو اتارتے۔ اسمیں مسلم اور غیر مسلم سکھ ڈرائیور بھی ہوتے تھے۔ اور سواریاں شور بھی مچاتی تھیں کہ ہمیں بہٹ اترنا ہے ہمیں بہٹ اترنا ہے۔ اس وقت تو ڈرائیور گویا سنتے ہی نہیں تھے۔ مجھے اتار کر ان سے کہتے کہ تمہارا دو منٹ میں کیا حرج ہوگیا ان مولانا

صاحب کو بہٹ سے ڈیڑھ میل پاؤں آنا پڑتا۔ رات حضرت اقدس کی خدمت میں گذار کر علی الصباح چائے سے جلدی فارغ ہو کر پہلی لاری سے سہارنپور واپس جانا تھا یہ تو بڑی لمبی داستانیں ہیں جو اب یاد آکر رلا رہی ہیں ۔ اس وقت تو رمضان کا ذکر چل رہا تھا۔ اس ناکارہ کے دو نیم رمضان پہلا ۵۳ھ کا جبکہ حضرت قدس سرہ نے یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں کیا۔ زکریا بعد ظہر اپنا سیپارہ سنا کر بہٹ ہاؤس میں حاضر ہوتا اور حضرت قدس سرہ کے ساتھ تراویح پڑھ کر واپس آتا اس رمضان کے وقائع اور برکات تو بہت ہی ہیں ایک دن کا واقعہ ہمیشہ ہی نظروں میں رہیگا۔ حضرت قدس سرہ کے حجرہ میں ایک کونے میں اس ناکارہ کے بیٹھنے کی جگہ متعین تھی ۔ اور بھائی الطاف کو اللہ بہت ہی جزائے خیر دے اس نے معتکفین کی طرح سے میرے بیٹھنے کی جگہ پردے وردے لگار کھے تھے بستر اور تکئے وہاں ہر وقت بھائی کی برکت سے لگے رہتے تھے میں چپکے سے جا کر اپنے بستر کے قریب کا دروازہ کھول کر اپنے بستر پر بیٹھ جاتا عصر کی نماز کے وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا حضرت کو میری حاضری کی اکثر خبر بھی نہیں ہوتی تھی ایک دن میں حسب معمول پہونچا تو حجرے کے اندر حضرت کوئی دوا نوش فرمارہے تھے دو تین خادم اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے تھے ۔ اس وقت حجرہ میں انوار کا اسقدر مینہ برس رہا تھا کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حجرے میں آفتاب نکل رہا ہے میں دیر تک بلکہ عصر کی نماز تک یہی سوچتا رہا بعضوں کے افطار میں بھی اتنی برکات کا ظہور ہے کہ لاکھوں کے روزے میں ان کا کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا وہ کیفیت نہ اس سے پہلے کبھی کہیں دیکھی نہ اس کے بعد اب تک بھی جب وہ منظر یاد آجاوے تو لطف آجاتا ہے۔ اور حضرت کا تو اصرار تھا کہ میری حاضری پر اطلاع ہو جایا کرے لیکن میں نے دوستوں کو یہ کہکر منع کر دیا تھا کہ حضرت کی توجہ میں فرق پڑے گا میرے محسن مخلص دوست عزیزم الحاج ابو الحسن ...... کے تعلقات کی ابتداء بھی اسی رمضان سے ہے۔ وہ اپنے ابتدائی تعلق کو کبھی کبھی مزہ لے لیکر بہت

تفصیل سے سنایا کرتا ہے۔ اور مجھے بھی بہت سی چیزیں خوب یاد ہیں اگر یہاں لکھواؤں تو کم سے کم پانچ سات ورق اسکی نذر ہو جاویں گے۔ جو اکابر کے رمضان سے بے تعلق ہوں گے۔ دل تو میرا بھی چاہتا ہے کہ ان کو کہیں لکھواؤں، کہیں موقع ہوا تو شاید لکھوا دوں۔ اس سال حضرت قدس سرہ کی غایت شفقت نے شاہ مسعود کو قرآن سنانے کا حکم فرمایا تھا۔ جو انھوں نے بہت ہی بہتر طریقہ سے بہت ہی ذوق و شوق سے سنایا۔ اور ۲۵ رشب رمضان میں ختم کیا چار دن متفرق احباب نے سنایا۔ چونکہ حضرت قدس سرہ کے یہاں تراویح اوّل وقت شروع ہو جاتی اور مدرسہ قدیم میں قاری مظفر صاحب تراویح پڑھاتے تھے اس لئے یہ ناکارہ بہٹ ہاؤس سے واپسی پر قاری صاحب کے پیچھے دو چار نفلوں میں شرکت بھی کر لیتا تھا۔ اس زمانہ میں اس ناکارہ کے یہاں تراویح کے بعد کی چائے کا بہت اہتمام اور زور تھا۔ پھلکیاں تو اہتمام سے گھر میں پکتی تھیں اور جو کچھ ادھر ادھر سے آجاوے وہ مزید برآں۔ جناب مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے بھی اکثر رمضان کا حصہ بہٹ ہاؤس میں گزارا تھا۔ اور صوفی عبدالحمید صاحب جو مولانا سرحیم بخش صاحب کے بھتیجے تھے انھوں نے بھی اور بھی حضرت قدس سرہ کے مخلص خدام کا یہ معمول تھا کہ حضرت کے یہاں سے تراویح سے فراغت کے بعد اس ناکارہ کی مجلس چائے میں شرکت کے واسطے تشریف لاتے۔ اور تقریبا دو گھنٹے میں واپسی ہوتی۔ اس سیہ کار کا دوسرا رمضان جو حضرت قدس سرہ کی حیات کا آخری رمضان ہے۔ ۱۳۸۱ھ کا ہے اسمیں چند ماہ سے حضرت کے شدید اصرار پر اور اس اصرار پر کہ مدرسہ اور بخاری تو دونوں رہیں گے مگر ہم کہاں رہیں گے ناکارہ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد فوراً بغیر کھانا کھائے رائپور روانہ ہو جاتا تھا۔ میں آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ نظام الدین اور رائپور کی حاضری میں ان دونوں اکابر کے میرے کھلانے پر انتہائی خوشی کی وجہ سے میں دونوں جگہ کے لئے جانے سے ایک دن پہلے کھانا چھوڑ دیتا تھا اور جمعہ کے

بعد جاکر دو دن قیام کے بعد پیر کی صبح کو علی الصباح اول وقت حضرت قدس سرہ کے ساتھ نماز پڑھکر اور چائے پی کر سہارنپور واپس ہو جاتا تھا۔ ماہ مبارک کے متعلق یہ طے ہوا کہ آدھا سہارنپور گذریگا اور آدھا رائپور اس لئے ۱۵ رمضان کو رائپور کی روانگی طے تھی۔ مگر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی خبر آئی کہ وہ ۱۷ رمضان کو آرہے ہیں، ان کے انتظار میں بجائے ۱۵ کے ۱۷ کو جانا ہوا۔ اسی دن وہ دہلی سے تشریف لائے اور فوراً ان ہی کی کار میں رائپور حاضری ہوگئی اور افطار حضرت نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوا۔ مولانا یوسف صاحب تو دوسرے دن واپس تشریف لے آئے اور یہ ناکارہ حضرت قدس سرہ کے ساتھ خانقاہ شریف میں عید کی نماز آزاد صاحب کی اقتداء میں پڑھ کر سہارنپور واپس آیا۔ درمیان میں بھی دو دن کے لئے سہارنپور آنا پڑا تھا۔ راستہ میں بہت ریڑھی اور مختلف دیہات کے لوگوں کو عید کے کپڑے پہن کر عیدگاہ کی طرف جانے کا منظر بھی خوب یاد ہے اس لئے کہ باغ میں تو نماز اشراق کے وقت ہوگئی تھی اور قصبات میں گیارہ بجے تک ہوتی ہے اس لئے راستہ میں تانگے گھوڑے بیل گاڑیاں ان پر بوڑھے بچے، نوجوان زرق برق کی پوشاکیں اور قہقہے کے مناظر بھی خوب دیکھے۔ ۱۷ رمضان میں باغ کی مسجد میں تو مولوی فضل الرحمن بن مولوی عبدالمنان دہلوی نے قرآن پاک سنایا اور حضرت کے حجرہ شریف کے برابر کے حجرہ میں مولوی عبدالمنان صاحب جزاہ اللہ نے پڑھا۔ جن کی اقتداء میں اس ناکارہ نے بھی آخر رمضان کی تراویح پڑھی اور اپنا قرآن اپنے مکان میں تراویح میں ختم کرچکا تھا۔ اس سال حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں ظہر کے بعد کی خلوت کا بہت اہتمام تھا ایک آدھ خادم کے سوا جو اس ضرورت سے کہ نہ معلوم کب اجابت یا پیشاب کی ضرورت ہو جائے حاضری کی اجازت نہیں تھی۔ صبح کو اول وقت نماز پڑھنے کے بعد جانے والوں سے مصافحے ہو کر آرام فرماتے دس بجے اندر ہی کچھ کھانا تناول فرما کر کہ ڈاکٹروں کی طرف سے افطار پر اصرار تھا کئی سال کی مسلسل علالت نے ضعف بھی بہت زیادہ

کر دیا تھا کہ قدمچہ پر بھی بغیر سہارے بیٹھنا مشکل تھا۔ اور چونکہ حضرت کی پاکستان تشریف بری کا کئی ماہ سے شور ہو رہا تھا اس لئے ہجوم بھی بے پناہ تھا کھانے سے فراغ پر تھوڑی دیر کو چارپائی چار آدمی اٹھا کر باہر لاتے مشتاقین کا ہجوم پروانوں کی طرح سے امنڈتا رہتا۔ زکریا کو بار بار چارپائی سے دور رہنے پر ہجوم سے لڑنا پڑتا۔ بیعت کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا۔ ہر مرتبہ باہر تشریف آوری پر سیکڑوں کی مقدار میں باغ میں دور تک لوگ بیٹھ جاتے۔ حافظ عبد الرشید صاحب رائپوری ان سب کو بیعت کراتے۔ شروع میں بسم اللہ حضرت آہستہ آہستہ پڑھتے لمبے چوڑے الفاظ بیعت کے نہیں ہوتے تھے بسم اللہ کے بعد کلمہ طیبہ پڑھوایا جاتا۔ پھر گناہوں سے توبہ نماز کی تاکید سنت کی اتباع کی تاکید پر بیعت ختم ہو جاتی۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت کی چارپائی مغرب تک باہر رہتی اور کئی سال سے چونکہ عصر سے مغرب تک کی مجلس میں کسی کتاب کے سننے کا مستقل معمول تھا جو ہند و پاک کے اسفار میں بھی مستقل رہتا اس رمضان میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سنائے جا رہے تھے۔ جو آزاد صاحب سناتے تھے۔ اصل مکتوبات تو فارسی میں ہیں ان کا ترجمہ مولانا نسیم احمد فریدی امروہی کا جو الفرقان میں چھپے ہوئے تھے سنائے جا رہے تھے مجمع چونکہ بہت کثیر تھا اس لئے متفرق جگہ مسجد میں مدرسہ میں افطار کا اہتمام تھا۔ حضرت کی چارپائی کے قریب مخصوصین کا افطار ہوتا تھا۔ اس کے بعد چھپر ہی میں حضرت اور خصوصی لوگوں کی نماز ہوتی تھی بقیہ سب لوگ مسجد میں نماز سے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد مہمانوں کے کھانے کا متفرق جگہ اہتمام ہوتا تھا۔ اس کے بعد چائے کا دور ہوتا تھا۔ اس ناکارہ کا معمول تو ۳۸ھ سے افطار میں کھانا کھانے کا نہیں رہا۔ افطار میں صرف کھجور اور زمزم کے علاوہ کا معمول نہیں تھا میری ضابطہ کی افطاری بھی عشاء کے بعد ہوتی تھی۔ علی میاں کویت میں رمضان کا چاند شب دوشنبہ میں دیکھکر

چلے تھے۔ حجاز دمشق وغیرہ میں بھی دوشنبہ کو پہلا روزہ ہوا۔ لیکن ہندو پاک میں بلا اختلاف چہارشنبہ کو روزہ ہوا۔ اس سال میری ہمشیرہ کے سبط عزیزہ سلمان نے حکیم ایوب کی مسجد میں پہلی محراب سنائی۔ مولانا یوسف صاحب ۴ر شوال کو بعد مغرب سہارنپور پہونچے اور ۵ر شوال کو علی الصباح رائپور حاضری پر راؤ عطاء الرحمن نے یہ کہا کہ ایک اہم مشورہ تیرے اوپر موقوف ہے۔ اس میں انکار نہ کیجیو۔ میں نے کہا اتنے یہ نہ معلوم ہو کہ کیا مشورہ ہے میں وعدہ نہیں کرسکتا۔ انھوں نے اصرار کیا کہ بات تو حضرت خود ہی بتائیں گے مگر تو خلاف نہ کیجیو۔ میں نے کہا اس وقت تک کوئی وعدہ نہیں جب تک بات معلوم نہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے حافظ عبد العزیز صاحب کو حضرت کے بعد مستقل یہاں قیام پر راضی کرلیا ہے مگر حضرت نے تیرے مشورہ پر موقوف رکھا ہے۔ میں نے کہا ضرور موافقت کروں گا میری تو عین تمنا ہے۔ فوراً حضرت قدس سرہ کے یہاں سے طلبی ہوئی۔ یہ ناکارہ اور حضرت قدس سرہ اور راؤ عطاء الرحمن تین آدمی تھے دیر تک اسی پر گفتگو رہی وہ تو بڑی طویل ہے اور چونکہ بعض حضرات کو اس گفتگو کی تصدیق میں بھی انکار ہے اور مجھے بھی اس پر اصرار نہیں کہ میں خواہ مخواہ ان راز ہائے بستہ کا افشا کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت حافظ صاحب اوپر سے بلائے گئے۔ میں نے حضرت حافظ صاحب سے عرض کیا کہ حضرت کا یہ ارشاد ہے اور میری تو عین تمنا ہے۔ مگر آپ کے ساتھ مشاغل اتنے لگ گئے ہیں کہ ان کا چھوڑنا بظاہر دشوار ہے۔ حضرت حافظ صاحب پر اس وقت بہت ہی اثر تھا، حافظ صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں کے حکم کے بعد مجھے کیا انکار ہوسکتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ غور کر لیجیے۔ حضرت حافظ صاحب سے موثق مواعید کے بعد ان کے اور راؤ عطاء الرحمن کے جانے کے بعد میں نے حضرت نور اللہ مرقدہ سے استفسار کیا کہ کھانے کا اعلان کردوں۔ حضرت نے اجازت فرمادی۔ باہر دستر خوان بچھ چکا تھا میں نے

باہر آکر دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلے اکابر حضرات رائپور کو جمع کیا جو
کھانے کے انتظام میں لگ رہے تھے اور ان کو مبارکباد دی کہ حضرت حافظ صاحب
نے مستقل یہاں قیام کا وعدہ فرمالیا ہے اللہ تعالیٰ تم سب کو مبارک کرے اور
حضرت حافظ صاحب کو بھی خانقاہ کی برکات سے مالامال فرمائے۔ اس کے بعد
کھانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرات دہلی تو بعد ظہر رائپور سے چل کر گھانہ
متصل بہٹ کے اجتماع میں تشریف لیگئے اور جمعرات کی صبح کو علی الصباح
کار زکریا کو لینے رائپور گئی زکریا ۸ بجے رائپور سے چل کر ۹ بجے گھانہ پہنچا۔ اور
گھانہ کی اختتامی دعا میں حضرت مولانا یوسف صاحب کی دعا، الوداعی مصافحہ
میں شرکت کی اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب ۱۲ بجے وہاں سے چل کر سہارنپور
تھوڑی دیر ٹھیر کر تین بجے دہلی روانہ ہوگئے۔ چونکہ حضرت نوراللہ مرقدہ کا پاکستان
کا سفر طے شدہ تھا۔ اس لئے زکریا کو بار بار رائپور حاضری کی نوبت آتی تھی اسلئے
۱۱ر شوال کی شام کو دوبارہ رائپور حاضری ہوئی اور ۱۶ر شوال کی شام کو مولانا
یوسف صاحب بھی اسی خبر پر دہلی سے سہارنپور آئے اور جب معلوم ہوا کہ زکریا
نہیں ہے اسی وقت رائپور روانہ ہوگئے۔ اور ۱۰ بجے رات کو رائپور پہونچے
اور حضرت قدس سرہ کے التوا ِسفر کی وجہ سے ۱۵ر شوال یکشنبہ کی صبح کو مع
زکریا رائپور سے واپس آئے۔ قصہ تو اکابر کے رمضان کا تھا بات پر بات یاد آتی
چلی جاتی ہے۔ علی میاں حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہ کی سوانح میں بعنوان
رائے پور کا رمضان تحریر فرماتے ہیں، " رمضان المبارک میں خاص بہار
ہوتی لوگ بہت پہلے سے اس کے منتظر ہوتے اور تیاریاں کرتے ملازمین چھٹیاں
لیکر آتے مدارس دینیہ کے اساتذہ اس موقع کو غنیمت جان کر اہتمام سے آتے
علماء و حفاظ کی خاصی تعداد جمع ہو جاتی۔ تقسیم سے پہلے مشرقی پنجاب کے اہل تعلق
و خدام اور وہاں کے مدارس کے علماء کی تعداد غالب ہوتی، اہل رائپور اور اطراف
کے اہل تعلق اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے مہمانوں اور مقیمین خانقاہ کے افطار

طعام اور سحر کا انتظام کرتے۔ رمضان المبارک میں اپنے شیخ کی اتباع میں مجلسیں سب ختم ہو جاتیں باتوں کے لئے کوئی خاص وقت نہ تھا ڈاک بھی بند رہتی تخلیہ نماز کے وقت کے علاوہ تقریباً ۲۴ گھنٹے رہتا کسی ایسے شخص کے آنے سے گرانی ہوتی جس کے لئے وقت صرف کرنا پڑتا۔ افطار علالت سے پیشتر مجمع کے ساتھ ہوتا جس میں کھجور اور زمزم کا خاص اہتمام ہوتا۔ مغرب کے متصل کھانا علالت سے پہلے مجمع کے ساتھ اسکے بعد چائے۔ عشاء کی اذان تک یہی وقت چوبیس گھنٹے میں مجلس کا تھا۔ اذان کے بعد نماز کی تیاری اسی درمیان میں حضرات علماء جن کا مجمع اگلی صف میں ہوتا بعض اہم اہم سوالات کرتے اور حضرت ان کا جواب دیتے۔ عشاء کے بعد تقریباً آدھ گھنٹے کبھی نشست اور کبھی لیٹ جاتے خدام بدن دبانا شروع کرتے۔ مسجد و خانقاہ میں تراویح ہوتی۔ مسجد میں بھی قرآن مجید ہوتا اور خانقاہ میں بھی۔ یوں تو حفاظ کی کثرت ہوتی مگر حضرت اچھے پڑھنے والے بہتر حافظ کو پسند کرتے۔ حضرت نے ایک سال ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء منصوری پر رمضان المبارک کیا، ۵۰۔۶۰ خدام تھے۔ مولوی عبدالمنان صاحب نے قرآن مجید سنایا۔ تراویح کے بعد حضرت کے تشریف رکھنے اور مجلس کا معمول تھا طبیعت میں بڑی شگفتگی اور انبساط تھا۔ متعدد حضرات رات بھر بیدار اور مشغول رہتے۔ غرض دن اور رات ایک کیف محسوس ہوتا تھا۔ ضعفاء اور کم ہمت بھی سمجھتے تھے کہ ع "میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے" ایک حاضر خدمت خادم نے جس کو آخری عشرہ گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی اور جو اپنی صحت کی کمزوری اور ہمت کی پستی کی وجہ سے مجاہدات سے قاصر رہا اپنے ایک دوست کو ایک خط میں لکھا تھا ؎

دکان مے فروش پہ سالک پڑا رہا
اچھا گذر گیا رمضان بادہ خوار کا (سوانح قادری)

علی میاں بھی اس رمضان میں ۱۶ ر رمضان شنبہ کو لکھنؤ سے آکر سیدھے منصوری

تشریف لے گئے اور عید کے بعد تشریف لائے۔ علی میاں دوسری جگہ حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہ کے آخری رمضان کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں۔

آخری رمضان اور آخری سفر پاکستان رمضان ۱۳۸۱ھ فروری ۱۹۶۲ء

رائے پور میں ہوا۔ اس سے پہلے حضرت کے شدید اصرار پر شیخ کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر رائے پور تشریف لیجاتے اور دوشنبہ کو واپسی ہوتی رمضان میں چونکہ ہر ہفتہ آنا جانا مشکل تھا اس لئے یہ قرار پایا کہ نصف رمضان یہاں ہو اور نصف رمضان رائے پور میں، ۷ار رمضان ۱۳۸۱ھ کو حضرت شیخ الحدیث رائپور تشریف لے آئے۔ قرآن مجید مولوی عبدالمنان صاحب دہلوی کے فرزند مولوی حافظ فضل الرحمن نے سنایا۔ مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی بھی رمضان سے پہلے تشریف لے آئے تھے۔ شاید کسی کو اس کا احساس ہو کہ یہ حضرت کا آخری رمضان ہے اور اب نہ صرف رائپور سے بلکہ اس عالم فانی سے کوچ کے دن قریب آگئے ہیں۔ عصر سے لیکر مغرب سے کچھ پیشتر تک کتاب پڑھنے کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (مطبوعہ الفرقان) ہو رہے تھے مہمانوں کا ہجوم تھا مجمع برابر بڑھ رہا تھا۔ عید کی نماز حضرت نے مسجد میں آزاد صاحب کی اقتداء میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد جب حضرت کو کرسی پر بیٹھا کر شیخ کے مزار پر لیگئے تو عجیب منظر تھا۔ زبان حال کہہ رہی تھی "انتم لنا سلف ونحن لکم خلف وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ سے یہ فکر تھی کہ خانقاہ اور مدرسہ کا سلسلہ میرے بعد بھی جاری رہے اس کے لئے کئی بار مشورے بھی ہوئے۔ اور مختلف تجویزیں مختلف اوقات میں سامنے بھی آئیں۔ لیکن کوئی تجویز اطمینان بخش طریقہ پر نہیں چل سکی اسی سلسلہ میں آخری رمضان سے پیشتر مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب کو پاکستان سے بلا یا گیا مولانا اوپر کی منزل میں تشریف رکھتے تھے۔ اور حسب معمول رمضان کے اشغال میں عالی ہمتی سے مشغول تھے۔ رائپور کی اس خانقاہ کو آباد رکھنے کیلئے کسی موزوں

شخصیت کے انتخاب و تعیین کی ضرورت تھی۔ مولانا عبدالعزیز صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ کے حقیقی نواسے اور اسی خاندان والاشان کے چشم و چراغ ہیں ، عالم صالح متشرع اور ذاکر شاغل ہیں۔ حضرت ہی سے بیعت و اجازت ہے اور حضرت ہی کے دامن عاطفت میں تربیت پائی ہے۔ حضرت حافظ صاحب کی ۱۹۰۸ء میں ولادت ہوئی اور اعلیٰ حضرت رائپوری کی حیات میں قرآن پاک حفظ کرلیا اور محراب بھی رائپور میں سنائی تھی اول سے آخر تک مظاہر علوم میں تعلیم پائی ۱۳۶۱ھ میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے ۱۹۴۷ء کے پرآشوب زمانہ میں ہمت و عزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت کا ذریعہ بنے۔ پھر جب اس علاقہ کا سرکاری طور پر انخلاء ہوا تو اپنے پورے قافلہ کے ساتھ عزت و ہمت کے ساتھ پاکستان تشریف لے گئے۔ اور شہر سرگودھا میں اقامت اختیار کی اطال اللہ بقاءہٗ۔۔۔۔ اہل رائپور اور قرب و جوار کے مسلمان ان سے خوب واقف اور مانوس بھی ہیں۔ اور وہ اپنے خاندانی تعلق قرابت قریبہ اور وجاہت سے اس شیرازہ کو مجتمع و مربوط رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو رائپور میں قیام کے لئے تجویز فرمایا۔ اور رمضان کے بعد شوال ۱۳۸۱ھ کا پہلا ہفتہ تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے حضرت شیخ الحدیث نے جو تشریف رکھتے تھے متعلقین خانقاہ کے ایک مجمع میں اعلان فرمایا کہ حضرت نے حافظ صاحب کو یہاں قیام کے لئے تجویز فرمایا ہے اور حافظ صاحب نے اسکو قبول بھی فرمالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہمیں تو بڑا فکر ہو رہا تھا کہ یہاں یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ کا شکر ہے اور امید ہے کہ یہ جگہ آباد اور یہ سلسلہ قائم رہے گا (سوانح حضرت رائپوری)

علی میاں دوسری جگہ لکھتے ہیں " پاکستان کے زمانۂ قیام میں رمضان بھی پڑ جاتے پاکستان کے خدام و متوسلین کی کوشش و تمنا ہوتی کہ رمضان یہاں گذرے تاکہ رمضان کی رونق و برکت دوبالا ہو۔ رمضان گرمیوں میں پڑ رہے تھے ۱۳۷۳ھ میں کوہ مری

صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر رمضان ہوا۔ سنہ ۱۳۷۳ھ جناب محمد شفیع قریشی صاحب اور ملک محمد دین صاحب کی مخلصانہ دعوت و درخواست پر گھوڑا گلی (کوہ مری) میں رمضان ہوا۔ سوسے اوپر مہمان تھے دونوں صاحبوں نے بڑے ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ رمضان کے مہمانوں کی ضیافت و میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اگلے سال سنہ ۱۳۷۴ھ میں پھر یہیں (گھوڑا گلی میں) رمضان ہوا۔ دوسرے سال سنہ ۱۳۷۵ھ لائل پور میں رمضان ہوا۔ مہمانوں کا مجمع دو سو تک پہنچ جاتا تھا۔ سنہ ۱۳۷۶ھ میں لاہور میں رمضان ہوا چودہری عبدالحمید صاحب مرحوم (کمشنر بحالیات) نے ضیافت و میزبانی میں خاص حصہ لیا۔ سنہ ۱۳۷۸ھ میں پھر لائلپور میں رمضان ہوا۔ اس کے بعد پھر پاکستان میں رمضان شریف گذارنے کی نوبت نہیں آئی۔ زندگی کے دونوں آخری رمضان سنہ ۱۳۸۰-۸۱ھ رائپور میں گذرے (سوانح حضرت رائپوری)

یہ اوپر گذر چکا کہ سنہ ۷۲ھ کا رمضان حضرت نے منصوری پر گذارا تھا۔ سنہ ۷۷ھ علی میاں کی تحریر میں چھوٹ گیا یہ رمضان بھی حضرت کا لاہور میں صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر گذرا۔ علی میاں نے سوانح میں رمضان سنہ ۷۸ھ لائلپور کا لکھا ہے نقل تو وہ میرے ہی روزنامچہ سے ہے۔ لیکن اس میں میرے کاتب سے یا کاپی کے کاتب سے ہندسہ میں غلطی ہوئی۔ یہ رمضان سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں ہوا اور سنہ ۷۹ھ لائلپور میں ہوا۔

میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا کوئی نظام ماہ مبارک کا نہیں تھا متفرق احوال آپ بیتی کے متفرق مواقع پر لکھوا چکا ہوں، گنگوہ کے قیام میں یعنی سنہ ۱۳۲۸ھ تک مجھے والد صاحب کا کوئی سفر رمضان کا یاد نہیں یہ بھی پہلے لکھوا چکا ہوں کہ حضرت امام ربانی قطب عالم گنگوہی کی حیات کے آخری رمضان میں یعنی سنہ ۱۳۲۲ھ کے رمضان میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ارشاد پر میرے والد صاحب نے تراویح سنائی تھی تراویح میں قرآن پاک پڑھا تھا جس کے متعلق وہ فرمایا کرتے تھے کہ سات سال کی عمر کے بعد اس مرتبہ ۲۹ر شعبان کو حضرت قطب عالم کے خوف میں پہلے دن سوا پارہ قرآن مجید

دیکھکر پڑھا تھا۔ پہلے دن کے بعد رعب جاتا رہا پھر نوبت نہ آئی۔ یہ تو میں بار بار لکھوا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں قرآن پاک حفظ پڑھنے کا اتنا زور تھا کہ وہ کتب خانہ کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے۔ کتابوں کا نکالنا پیکٹ کا باندھنا پتوں کا لکھنا وغیرہ وغیرہ سب وقت میں قرآن پاک کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل تو حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔ سہارنپور کے دوران قیام میں پورا رمضان سہارنپور ہی میں گذارنا۔ بجز ایک رمضان کے مجھے یاد نہیں ۳۲ھ میں جبکہ دارالطلبہ قدیم کی مسجد تیار ہوگئی۔ میرے حضرت نور اللہ مرقدہ کے ارشاد سے اس مسجد میں پہلی محراب رمضان۔۔۔ ۳۲ھ میں میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے سنائی تھی۔ سہارنپور کے معمولات یہ تھے۔ کہ میرے والد صاحب کا قیام مدرسہ کے اسباق کے علاوہ اوقات میں موچیوں کی مسجد۔۔۔ متصل مکان حکیم یعقوب صاحب میں زیادہ رہا کرتا تھا، وہیں افطار فرمایا کرتے تھے۔ جس میں کسی خاص چیز کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ کھجور زمزم اگر ہوتی تو مقدم ہوتی تھی ورنہ جو بھی ہو حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں کھجور اور زمزم کا بہت اہتمام تھا۔ دوران سال میں جو حجاج کھجور، زمزم لاتے اس کو بہت اہتمام سے ڈبوں اور بوتلوں میں رکھوا دیتے اس زمانہ میں کھجور و زمزم کی یہ فراوانی نہیں تھی جو اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اسباب سفر کی سہولت کی وجہ سے اس زمانہ میں عطا فرما رکھی ہے۔ میرے والد صاحب مغرب کی نماز کے بعد مختصر نفلیں پڑھ کر مکان تشریف لاتے اور بہت مختصر کھانا تنہا یا ایک آدھ رفیق کے ساتھ اس لئے کہ رمضان میں اجتماعی کھانے میں وقت صرف ہوتا ہے۔ کھانے سے فراغ پر چارپائی پر لیٹ رہتے اور آہستہ آہستہ تراویح کا پارہ پڑھا کرتے دن میں اپنا مسلسل قرآن پاک دوسرے ہوتے رہتے تھے۔ تراویح کا پارہ پڑھنا میں نے اسی وقت دیکھا تراویح سے فراغ پر جس کے متعلق میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ اس کے لئے کوئی خاص محل متعین نہیں تھا۔ تشریف لاکر تھوڑی دیر آرام فرماتے۔ نیند کی کمی کی والد صاحب کو بھی ہمیشہ شکایت رہی

جب نیند نہ آتی یا آنکھ کھل جاتی تو تلاوت فرمایا کرتے بالکل آخری وقت میں سحر
نوش فرماتے۔ جس میں کسی چیز کی کوئی پابندی نہیں تھی دودھ یا چائے یا کوئی شئی
متعین نہ تھی جو گھر میں پک جائے البتہ اس زمانے تک چونکہ ہمارے یہاں سحری
میں چپڑی ہوئی روٹی اور کوفتہ کا اہتمام سارے خاندان میں تعادہ اکثر ہوتا تھا
یاد نہیں آپ بیتی میں کہیں لکھا جا چکا یا نہیں کہ کاندھلہ میں ہمارا جدی خاندانی معمول
یہ تھا جس کا بڑوں کے زمانہ میں بہت اہتمام ہوتا تھا کہ عصر کے وقت ایک پلاؤ کی دیگ
پکتی تھی اور جو قبیل الغروب تیار ہوتی تھی تیاری کے بعد حسب ضرورت دیگچوں میں
گھروں میں چلی جاتی تھی۔ اور بقیہ مسجد کے قریب جو جدی گھر ہے اس کے چبوترے پر رکھی
جاتی تھی اور وہیں کھلے میدان میں خاندان کے اکابر افطار کرتے۔ اور جو راستہ چلتا
سڑک پر کو گذرتا اسکو اصرار سے بلاکر افطار میں شریک کرتے۔ افطاریوں کا بالکل دستور
نہیں تھا۔ اور شکم سیر ہو کر پلاؤ کھاکر مغرب کی نماز متصل مسجد میں کھڑی ہوتی اور حسب
توفیق مغرب سے عشار کے قریب تک یہ سب حضرات اپنی اپنی نوافل میں مشغول رہتے۔
آپ بیتی میں یہ بھی کہیں گذر چکا کہ ان اجداد اکابر کے زمانے میں مسجد کی دو صفوں
میں ایک مؤذن کے سوا جو اپنے بچپن میں کہیں دور سے بھاگ آیا تھا اور لاوارثی
تھا بھیک مانگتا پھر رہا تھا اس کو ان اکابر نے سمجھاکر کہ بھیک مانگنے سے اچھا ہے کہ تو
ہماری مسجد میں پڑجا۔ مؤذنی کیا کر فراشی کیا کر دونوں وقت کا کھانا اور تیرے کپڑوں
وغیرہ کا انتظام ہو جائے گا۔ اسکو رکھ لیا تھا اور وہ مرحوم آخری عمر تقریباً اسّی سال کی تھی
تک وہیں مؤذن رہا اسکو خطاب کرکے فرمایا کرتے تھے ارے ملا تونے ڈبو رکھا ہے ورنہ اس
مسجد کے نمازیوں میں کوئی غیر حافظ نہیں۔ عشار کے قریب تک یہ حضرات نوافل و اوراد
میں مشغول رہتے عشار کے قریب اپنے اپنے گھروں جو سب مسجد کے قرب و جوار میں تھے
ضروریات وضو وغیرہ سے فارغ ہوکر مسجد میں مجتمع ہو جاتے عشار کی نماز سب مسجد
میں پڑھتے اس کے بعد نوجوان پارٹی اپنے اپنے گھروں میں منتقل ہو جاتی اور سحر تک
نوافل کا دور رہتا کیونکہ اس پر شدت تھی کہ نوافل کے مقتدیوں میں تین سے زیادہ

تھوں اس لئے مستورات بدلتی رہتیں اور حافظ بھی بدلتے رہتے چار رکعت فلاں فلاں رشتہ داروں کو ایک جگہ اور فلاں فلاں کو دوسری جگہ سحر تک یہی سلسلہ رہتا سحر پر سب بڑے اور چھوٹے مرد اور عورت اپنے اپنے ٹھکانوں پر مجتمع ہو جاتے۔ اور اجتماعی طور پر سحری کھایا کرتے۔ سحر میں جیسا اوپر لکھا گیا چپڑی ہوئی روٹی اور کوفتہ تو ضروری تھا اور تیسرا جزو میٹھی چوری (ملیدہ) کا خاص اہتمام تھا۔ اور یہ مشہور تھا کہ چونکہ دیر ہضم ہوتا ہے تو رمضان میں بھوک نہیں لگتی۔ اذان کے بعد اول وقت صبح کی نماز ہوتی اور پھر سب گہری نیند سوتے اور حسب توفیق جلدی یا بدیر اٹھ کر قبیل الافطار تک بالنظر تلاوت میں مشغول رہتے کوئی مسلسل پڑھتا کوئی سنانے کا سیپارہ پڑھتا۔ میں فضائل رمضان میں متعدد جگہ اور فضائل قرآن میں بھی لکھوا چکا ہوں کہ ہمارے گھر کی مستورات میں میری بچیاں اللہ ان کو مزید قوت وہمت عطا فرمائے کھانے پینے کے مشاغل اور بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ کہ ماشاء اللہ ایک ایک کے کئی کئی بچے ہیں ماہ مبارک کی راتوں کا حصہ مختلف حافظوں سے سننے میں گذارتی ہیں اور دن میں ۱۴-۱۵ پارے روزانہ پڑھنا تو اقل درجہ ہے اس پر تنافس اور مقابلہ ہوتا ہے کہ کس کے پارے زیادہ ہوئے۔ یہ بھی کہیں لکھوا چکا ہوں کہ میری نانی صاحبہ نوراللہ مرقدہا حافظہ تھیں اسلئے ایک منزل روزانہ تمی بشوق کا قوان کا مستقل معمول تھا۔ اور ماہ مبارک میں چالیس پارے یعنی ایک پورا قرآن کے دس پارے مزید روزانہ پڑھنا تو ہمیشہ کا معمول تھا اور اس کے علاوہ بیسیوں تسبیحیں مختلف کئی کئی سو کی دائمی مشغلہ تھا۔ جن کی تعداد ۱۷ ہزار کے قریب ہوتی ہے جس کی تفصیل تذکرۃ الخلیل میں ہے۔ اور میرے والد صاحب کی نانی صاحبہ کا قصہ بھی اسی رسالہ میں گذر چکا ہے کہ انھوں نے پورا قرآن شریف ایک رکعت میں اپنے صاحبزادے مولوی رؤف الحسن مرحوم سے سنا۔ اللہ کا بڑا ہی احسان ہے کہ مستورات میں رمضان مبارک میں قرآن پاک کا زور ابتک باقی ہے۔ ان بیچاریوں کو رات دن میں سونے کا وقت بہت ہی کم ملتا ہے۔ رات کا حصہ تو یہ اپنی تلاوت اور قرآن شریف سننے میں خرچ کرتی ہیں جب بچے سوتے رہتے ہیں اور دن میں جب یہ

سونا چاہتی ہیں تو ایک بچہ ادھر سے آکر نوچنے لگتا ہے دوسری بچی اُدھر سے ٹیں ٹیں کرنے لگتی ہے۔ مجھے تو بعض مرتبہ بڑا ہی ترس آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی قبول فرمائے۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ کا معمول مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں تمام رات عبادت میں گذارتے اور ایک لمحہ کے لئے نہ سوتے تھے اور نہ بستر پر لیٹتے تھے۔ روز حشر کے خوف سے ہر وقت آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے (مشائخ کاندھلہ) یہ تو تبعاً آگیا میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا اصل ذوق تو اول وقت نماز پڑھنے کا تھا لیکن سہارنپور کی جملہ مساجد میں اسوقت اسفار ہی میں نماز ہوتی اسلئے وہ بھی اسفار ہی میں پڑھتے تھے۔ البتہ حضرت قدس سرہٗ کے دور میں گیارہ مہینے تو اسفار کامل میں ہوتی تھی ماہ مبارک میں معمول سے دس پندرہ منٹ قبل۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول بھی صبح کی نماز پڑھ کر آرام کا تھا۔ اور دو تین گھنٹے سونے کے بعد اٹھکر اپنے مشاغل علمیہ میں لگ جاتے بعض طلبہ کو رمضان میں خصوصی اسباق بھی پڑھایا کرتے جو مدرسہ میں مقیم ہوتے اور والد صاحب سے مانوس ہوتے افطار تک کا یہی معمول تھا۔ دن میں قرآن پاک کے سنانے یاد کرنے کا معمول نہیں تھا۔ البتہ دن کے اوقات میں جو تھوڑا بہت وقت فارغ ملتا اس میں بالجہر پڑھنے کا معمول تھا۔ یہ بھی کہیں گذر چکا کہ گنگوہ میں حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کے دور میں مغرب کی اذان خود کہنے کا بہت معمول تھا اس میں جہوری الصوت اور نہایت طویل اذان کا معمول تھا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وجہ سے اہتمام کرتا تھا کہ اطمینان سے لوگ اپنے اپنے گھروں سے فارغ ہو کر آجائیں دور تک اذان کی آواز پہنچتی رہے۔ میری اذان کے درمیان میں بہت اطمینان سے آدمی افطار سے فارغ ہو سکتا ہے۔ اور اذان کے بعد اپنے گھر سے چلے تو حضرت قطب عالم امام ربانی قدس سرہ کی تکبیر اولیٰ میں شریک ہو سکتا ہے۔ حضرت قطب عالم قدس سرہ کے یہاں نصف النہار سے گھڑیوں کے ملانے کا بہت اہتمام تھا۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں غروب سے ایک دو منٹ پہلے خانقاہ کی چھت پر چلا جایا کرتا تھا۔ خود دو گھاس

کے دو چار پتے توڑ کر ان کو چبا کر ان سے افطار کر کے اذان شروع کر دیتا تھا اور بہت ہی لمبی اور اطمینان سے اذان کہا کرتا تھا۔ میرٹھ اور نواب والی مسجد دہلی اور قصبہ بہٹ کے رمضان کے قصے پہلے گذر چکے۔ مشائخ کاندھلہ میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر رمضان المبارک میں اپنی والدہ صاحبہ اور نانی صاحبہ کو قرآن شریف سنانے کے لئے کاندھلہ تشریف لاتے اور ہمیشہ تین شب میں پورا قرآن شریف سنا کر واپس تشریف لیجاتے۔ جس سال ذی قعدہ میں آپ کا وصال ہوا اس رمضان میں ایک ہی شب میں پورا قرآن مجید سنایا اور اگلے ہی دن واپس تشریف لیگئے۔ (مشائخ کاندھلہ) میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مختلف طور پر آپ بیتی میں بھی وقتاً فوقتاً لکھوا تا رہا ہوں اس وقت تو ذہن میں نہیں اور اس رسالہ کے شروع میں بھی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ذیل میں کچھ واقعات لکھوا چکا ہوں اس وقت تو جو واقعات یاد آئے انکی طرف اشارہ کر دیا یہ بھی میں کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ اخیر شب میں جہر سے قرآن پاک پڑھنے کی ان کی عادت بہت تھی نماز میں بھی اور بغیر نماز کے بھی۔ بسا اوقات رات کو میرے گہری نیند سے سوتے ہوئے جاگنا بھی ان کے رونیکی آواز سے ہوا کرتا تھا۔ میں نے اپنے اکابر میں بکّاء فی اللیل دو کو دیکھا، ایک حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ ایک اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو۔ میں نے آپ بیتی میں کسی جگہ لکھوایا کہ ایک زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے قرب وجوار نواح سہارنپور کے جو سفر ہوتے تھے ان میں یہ ناکارہ تقریباً ہر سفر میں ساتھ ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت قدس سرہٗ کا طوفانی سفر ہوتا تھا کہ شام کے ۴ بجے یہاں تشریف لائے اپنی کار میں مجھے بٹھایا رڑکی کے جلسہ میں یا دھلاپڑہ تشریف لے گئے۔ رات میں یا صبح میں مجھے گھر چھوڑ کر آگے تشریف لیگئے۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کی ہمرکابی میں ایک مرتبہ آبھہ جانا ہوا۔ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ اسکی چارپائی میری کوٹھری میں ہوگی حضرت کے کئی خدام ساتھ تھے۔ سردی کا موسم تھا ان سب کی چارپائیاں دوسری کوٹھری میں تھیں۔ آبھہ کے بڑوں کا تعلق چونکہ حضرات شیخین گنگوہی اور نانوتوی سے ان کے بعد مشائخ اربعہ سہارنپوری، دیوبندی، رائپوری، تھانوی سب ہی سے تھا۔ اسلئے وہ لوگ

جری بہت تھے۔ حضرت شیخ الاسلام سے ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ کیا بات ان کی چارپائی تو یہاں ہو اور سارے خادموں کی دوسری جگہ قبل اس کے کہ حضرت کوئی جواب دیں میں جلدی سے بولا کہ میں بتاؤں کہ تم لوگوں کے پاس ہونے سے حضرت کا حرج ہوگا۔ میرے متعلق حضرت کا خیال ہے کہ ایک بکری دروازہ پر بندھ رہی ہے۔ ایک بکرا اندر پڑا ہوا ہے۔" واقعہ یہ تھا کہ حضرت شیخ الاسلام حضرت رائپوری ثانی میرے چچا جان نوراللہ مرقدہ حضرت میرٹھی نوراللہ مرقدہ ان سب حضرات کے یہاں جب حاضری ہوتی تو ان سب کا ارشاد دامر یہ تھا کہ میری چارپائی ان کے قریب ہو۔ والد صاحب نوراللہ مرقدہ کے قریب تو ہمیشہ سونا ہوتا ہی تھا میں نے رات کو بلبلا کر روتے ہوئے اور ہچکیاں مار کر روتے ہوئے جیسا کوئی بچہ مکتب میں پٹ رہا ہو حضرت شیخ الاسلام اور اپنے والد ہی کو دیکھا حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ تو روتے ہوئے ہندی کے دوہے بھی بہت پڑھا کرتے تھے سنا یہ ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں بھی ظہر کے بعد جب کیواڑ بند ہو جاتے تھے بعض اوقات گریہ اور ہچکیوں کی آواز سہ دری تک آتی تھی

میرے چچا جان حضرت **مولانا محمد الیاس صاحب** رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بھی آپ بیتی میں بھی بے محل گذرتے رہے اس وقت تو خاص رمضان میری نگاہ میں ہے۔ میرے چچا جان نوراللہ مرقدہ کا معمول کاندھلہ کی خاندانی روایات کے مطابق جیسا کہ اوپر گذرا یہ تھا کہ افطار کے وقت جو کچھ کھانا ہوتا تھا اسی وقت اپنا کھا لیتے تھے۔ چائے کا اہتمام چچا جان کے دور میں نہیں تھا۔ بہت ہی مختصر کھانا ہوتا تھا وہ کھانا ...... عشاء ایک نہیں تھا دفعۃً یہ فقرہ ابوداؤد شریف کی حدیث کا یاد آگیا۔ ابوداؤد شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب عشاء کی نماز کا وقت ہو جائے اور شام کا کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھالے۔ حدیث پاک کا مطلب اور اس کے متعلقات تو شرح حدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں تو دفعۃً مجھے یہ فقرہ یاد آگیا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے اور گویا تعجب اس پر تھا کہ جب کھانے میں مشغول ہوگا تو جماعت وغیرہ تو سب فوت ہو جائیگی۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے کہا ویحک ما کان عشاء ہم اتراہ کان

مثل عشار ایک۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے تیرا ناس ہو ان کا کھانا ہی کیا تھا گیا تیرا گمان یہ
ہے کہ تیرے باوا جیسے کھانا تھا۔ یعنی ان کے لمبے چوڑے دستر خوان نہیں ہوتے تھے۔ جیسے تیرے
باوا کے یہاں ہوں دو چار کھجوریں یا ایک آدھ پیالہ ستو کا۔ فقط یہی دستر خوان میرے چچا جان
نوراللہ مرقدہ کا تھا۔ ایک آدھ روٹی اسوقت کھانے کا معمول تھا بہر حال افطار کے بعد
مغرب کی نماز پڑھاتے۔ مغرب کے بعد کی طویل نفلوں کا معمول تو انکا بچپن سے تھا۔ لیکن
ماہ مبارک میں وہ عشاء کی اذان کے قریب ختم ہوتی تھیں۔ نفلوں کے بعد مسجد ہی میں تھوڑی
دیر کو لیٹ جاتے۔ خدام کچھ بدن دبا دیتے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹنے کے بعد عشاء کی نماز کا وقت
ہو جاتا۔ خود ہی تراویح پڑھاتے تھے۔ تراویح پڑھانے کے بعد فوراً لیٹ جاتے اسوقت کسی
مجلس یا بات کرنیکا معمول نہیں تھا۔ بہت دفعہ مجھ سے یہ فرمایا کہ وتروں کا سلام پھیرنے کے
بعد تکیہ پر سر رکھنے سے پہلے میں سو جاتا ہوں۔ البتہ جب یہ سیہ کار ماہ مبارک میں حاضر
ہوتا اور مجھ حریص واکال کے یہاں ماہ مبارک میں تراویح کے بعد میری افطاری کا وقت
ہوتا جس میں پھلکیاں وغیرہ تو لازمی تھیں اور بھی احباب وغیرہ کچھ پھل وغیرہ لے آتے تو ان
سب کا وقت وہی تھا۔ اس زمانہ میں تھوڑی دیر کے لئے چچا جان ضرور شرکت فرماتے مگر میں
انکو اصرار سے اٹھا دیا کرتا تھا۔ اور وہ میرے اصرار کے باوجود پندرہ بیس منٹ اکثر لگا ہی
دیتے۔ بارہ بجے اٹھنے کا معمول تھا۔ اسوقت خدام میں سے کوئی شخص دو بیضے ابلے ہوئے
گرم گرم پیش کرتا۔ اس لئے کہ اٹھنے کے بعد اتنے وہ پیشاب وضو کرتے اتنی دیر میں وہ ابل
جاتے تھے۔ وہ دو بیضے نوش فرما کر پھر تہجد کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور سحر کے آخری وقت
میں سلام پھیر کر سحری نوش فرماتے۔ ایسے وقت میں کہ میں نے اکثر اوقات خود بھی دیکھا کہ انکے
داہنے ہاتھ میں لقمہ ہوتا تھا ایک شخص سے کہتے کہ پانی لاؤ اور دوسرے سے فرماتے اذان کہو
اتنے مؤذن چھت پر پہنچتا اتنے وہ اپنے لقمہ اور پانی سے فارغ ہو جاتے اور معاً اذان
شروع ہو جاتی۔ اور گولر کا قصہ تو میں غالباً کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ میرے اور انکے
ایک عزیز جو دہلی میں امام تھے وہ یہ سمجھکر کہ بھائی جان ساری دہلی کے پیر ہیں رمضان میں
بہت فتوحات آتی ہونگی ایک رات گذارنے کو وہاں گئے۔ افطار کے وقت چچا جان نے

پوچھا لاؤ بھائی کچھ کھانے کو ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت وہی رات کے گولر رکھے ہوئے ہیں۔ فرمایا واہ واہ لاؤ۔ وہی افطار تھا وہی مغرب کے بعد کا کھانا تھا۔ اور پھر سحر کے وقت بھی انھوں نے دریافت کیا کچھ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ وہی گولر ہیں۔ چار پانچ گولر نوش فرماکر سحر بنگئی۔ پورا قصہ آپ بیتی میں گذر گیا اذان کے بعد اول وقت نماز پڑھاتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد کی تقریر کا دستور رمضان میں چچا جان کے یہاں نہیں تھا۔ اس کی ابتداء عزیز مولوی یوسف مرحوم نے کی۔ وہ نماز کے بعد اپنے مصلے ہی پر اشراق تک مشغول اوراد و وظائف رہتے اور سارے خدام نماز پڑھتے ہی سو جاتے اور حسب توفیق اٹھتے رہتے۔ وہ اشراق تک اپنے مصلے پر رہتے اور اشراق کی نماز پڑھ کر وہاں سے اٹھتے فارغ ہونے کے بعد کبھی تکان محسوس ہوتا اور فراغت رہتی تو تھوڑی دیر کو لیٹتے ورنہ میوات کے جانیوالوں کو نصائح آنیوالے مہمانوں سے گفتگو فرماتے آنیوالے مہمانوں کا چچا جان کے یہاں بہت زیادہ اہتمام تھا اور حسب مراتب انکی خاطر میں اپنے معمولات کا بھی حرج فرمادیا کرتے تھے۔ سیدوں کا چچا جان نوراللہ مرقدہ کے یہاں خاص اہتمام تھا۔ ان کے احترام اہتمام اور خاطر کی مجھ پر بھی بہت مرتبہ تاکید فرمائی ان کی باوجود شاگرد اور مرید ہونے کے بعض لغزشوں پر بھی چشم پوشی فرماتے۔ میں نے ایکمرتبہ چچا جان کے شاگرد و مرید خادم کی ایک شکایت کی۔ فرمایا مجھے بھی معلوم ہے مگر وہ سید ہیں اور اس لفظ کو کچھ ایسی عظمت سے فرمایا کہ میں بھی مرعوب ہوگیا۔ علی میاں چچا جان کی سوانح "مولانا محمد الیاس صاحب اور انکی دینی دعوت" میں لکھتے ہیں کہ مولانا معین اللہ ندوی راوی ہیں کہ میں بیمار تھا رمضان کا زمانہ تھا۔ میرا کھانا جانے لگا مولانا نفل کے لئے کھڑے ہوئے تھے لڑکے سے کہا کھانا کھڈ میں لیجاؤں گا۔ وہ سمجھا نہیں کھانا کو مجھے پر بہو نچا دیا۔ نماز پڑھ کر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے بچہ سے کہا تھا کہ کھانا میں لیجاؤں گا یہ خود لے آیا۔ پھر میرے پاس بیٹھے ہوئے دیر تک شفقت و محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے رہے (دینی دعوت) اسمیں مولانا معین اللہ صاحب کی سیادت کو زیادہ دخل ہے۔ اور دوپہر کو تھوڑی دیر گھنٹہ دو گھنٹہ آرام فرمانے کا بھی معمول تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد اپنے حجرہ شریف میں تشریف لاکر آنے جانے والے مہمانوں سے گفتگو فرماتے اور عصر تک یہی سلسلہ رہتا۔ اس درمیان میں ماہ مبارک کا کوئی سبق کسی کا ہوتا تو پڑھاتے

عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر بالجہر میں مشغول رہتے۔ بغیر رمضان کے یہ ذکر اخیر شب میں ہوا کرتا تھا۔ جو تہجد کے بعد سے صبح کی نماز کے قریب تک رہتا۔ اسلئے کہ بغیر رمضان کے صبح کی نماز غایت اسفار میں ہوتی ہیں نے اپنے جملہ اکابر میں ذکر بالجہر کا اخیر تک پابند جتنا چچا جان نوراللہ مرقدہ کو پایا اتنا کسی کو نہیں پایا۔ بیماری کے چند سالوں سے قبل بارہ تسبیح اور اسم ذات کا ذکر بغیر رمضان کے اخیر شب میں اور ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک کا بہت اہتمام تھا۔ چچا جان نوراللہ مرقدہ کا تیسرا حج ماہ مبارک میں شروع ہوا علی میاں چچا جان کی سوانح میں لکھتے ہیں ۱۳۵۱ھ میں آپ تیسری بار حج کو گئے رمضان کا چاند نظام الدین میں نظر آگیا تھا۔ تراویح دہلی کے اسٹیشن پر ہوئی تراویح سے فراغت پر کراچی کی گاڑی میں سوار ہو گئے (دینی دعوت) یہ ناکارہ بھی اسوقت چچا جان نوراللہ مرقدہ کی مشایعت کے لئے دہلی گیا ہوا تھا۔ گاڑی میں سامان وغیرہ رکھوانے کے بعد دہلی کے اسٹیشن پر چچا جان نے تراویح پڑھائی تھی جو حضرات مشایعت کرنے والے ساتھ تھے وہ تو تھے ہی اور دہلی کے لوگ بھی بہت سے جمع ہو گئے کچھ لوگ اپنی اپنی مساجد میں تراویح پڑھنے کے بعد چچا جان کی تراویح میں آکر شریک ہوتے رہے کہ مساجد میں عموماً جلدی فراغت ہو جاتی ہے۔ اور چچا جان کی تراویح سامان وغیرہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں شروع ہوئی تھی الم کے پارہ سے تراویح شروع کر دی اور نہایت ہی اطمینان سے جیسا کہ اپنی مسجد میں پڑھ رہے ہوں تراویح پڑھائی کہ گاڑی لیٹ تھی اور سوا گھنٹے کے قریب اس کے چھوٹنے میں باقی تھا، تبلیغی گفتگو تو عزیزی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے جس کے دیکھنے والے اب بھی ہزاروں ہوں گے ہر وقت کا ایک مشغلہ تھا کھانے کے درمیان میں ہوں ریل کے ڈبوں میں ہوں یا اسٹیشنوں پر ہوں، عزیز محمد ثانی سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ رمضان المبارک کا بڑا اہتمام فرماتے تھے میوات کی بکثرت جماعتیں اس ماہ مبارک میں مرکز آتی تھیں نیز اس مہینے میں مختلف علاقوں میں جماعتیں نکلتی تھیں خود مرکز میں مقامی کام بڑے اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ (سوانح یوسفی)

آپ بیتی ۶ لکھوا رہا تھا اس میں اکابر کے مجاہدات کا ذکر آ گیا۔ کچھ واقعات مشائخ کے حالات سننے میں یاد آئے۔ اور کچھ اپنی یاد سے تو خیال ہوا کہ رمضان کے معمولات ان اکابر کے مستقل علیحدہ جمع کرا دوں اور اس کو فضائل رمضان کا تتمہ بنا دوں کہ جس مصلحت سے میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے فضائل رمضان لکھوائی تھی یہ اس کا تکملہ بن جائے۔ مگر وائے محرومی کہ ان آنکھوں نے سب ہی کچھ دیکھا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے آخری دور سے لیکر ان کے خلفاء کو اور ان کے خلفاء کے خلفاء کو بھی بہت ہی قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی۔ اور ان سب اکابر کی شفقتیں تو جہیں انتہا سے زیادہ رہیں اور مجھ جیسا محروم القسمت بھی کوئی ہوگا۔۔۔ کہ سارے ہی اکابر نے اس سیہ کار پر توجہیں فرمائیں مگر کتے کی دم بارہ برس نہیں ساٹھ برس نلکیوں میں رہی مگر ٹیڑھی ہی رہی۔ شاید کسی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ ۴۵ھ میں جب حضرت قدس سرہ بذل المجہود مدینہ پاک میں لکھوا رہے تھے اور یہ نابکار اپنے جثہ سے تو وہاں حاضر تھا۔ مگر اپنے دل سے نہ معلوم کس خرافات میں تھا۔ بذل لکھواتے لکھواتے میرے حضرت قدس سرہ نے یہ ارشاد فرمایا ع "من بتو مشغول تو با عمرو و زید" یہ منظر جب بھی یاد آوے ہے تو سناٹا سا چھا جاتا ہے۔ جب یہ میرے حضرت نے ارشاد فرمایا یہ تو مجھے یاد ہے میں کہیں اور تھا۔ اور یہ بھی یاد ہے کہ حضرت کے اس ارشاد سے ایسی چوٹ لگی تھی کہ اس وقت بھی اور بہت دیر تک سوچتا رہا کہ میں کہاں تھا کبھی یاد آ کے نہیں دیا۔ ان اکابر کے حالات لکھواتے وقت بھی اپنی بدحالی بدکاری کو سوچتا ہی رہا۔ اور ایک کہانی جو ہمیشہ کثرت سے اپنے والد صاحب سے بھی سنی اور کہیں دیکھی بھی تھی کہ گیدڑ جو رات کو بہت شور مچاتے ہیں بالخصوص اخیر شب میں چیں چیں چیں چیں کرتے ہیں اس کے متعلق مشہور یہ ہے کہ ان گیدڑوں کی فوج جب ایک جگہ جمع ہوتی ہے

تو ان کا ایک بڑا کہا کرتا ہے بہت لے سے بہت مزے میں آکر کہ " پدرمن سلطان بود" (میرا باپ بادشاہ تھا) اس کے اس کہنے پر سارے گیدڑ ایک دم بیک زبان ہو کر شور مچانا شروع کرتے ہیں " تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ، تراچہ مراچہ"، (تجھے کیا مجھے کیا) بعینہ یہی مثال اس سیہ کار کی ہے کہ میں شور مچاتا ہوں کہ میرے باپ ایسے تھے، چچا ایسے تھے، بڑے ابا ایسے تھے دادے ابا ایسے تھے۔ شیخ ایسے تھے شیخ کے شیخ ایسے تھے۔ لیکن آخر میں پھر وہی تراچہ مراچہ کاش اللہ تعالی محض اپنے فضل وکرم سے ان اکابر کے عادات عبادات، اخلاق اور محاسن کا کوئی حصہ بھی کوئی قطرہ بھی اس سیہ کار کو نصیب فرما دیتا تو کیسا لطف آتا ہے

الٰہی صدقہ پیران عظام | دم آخر ہو میرا نیک انجام
طفیل آل واصحاب سرافراز | ہو تیرا فضل ہر دم میرا دمساز
وہ قوت بخش دے اے رب عالم | کہ اپنے نفس پر قابو ہو ہر دم
بوقت نزع ہو کلمہ زباں پر | اٹھوں نیکوں میں شامل روز محشر

غرض دونوں جہاں میں کر تو امداد
بحق ہر ہمہ عبادو زہاد

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

محمد زکریا کاندھلوی

یکم رجب المرجب ۱۳۹۲ھ یوم شنبہ

حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم کی چند جدید اہم مفید تالیفات

جوابات اعتراضات بر تبلیغ نظام الدین

حضرت اقدس مولانا الحاج محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ نے جب سے یہ تبلیغی نظام جو آج ہند و پاک نجد و حجاز اور یورپ، امریکہ، افریقہ، فرانس، چین، جرمنی، روس، ترکی تک پھیل چکا ہے اور جب سے حضرت نور اللہ مرقدہ نے اسکی ابتدار کی تھی اسی وقت سے محبین اور معاندین کی طرف سے اشکالات اور اعتراضات کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اعتراضات کے ساتھ ساتھ اکابر علمار ہند و پاک کی طرف سے ان اعتراضات کے مختصر اور مفصل جوابات شائع ہوتے رہے ہیں۔ جو مختلف اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ اور ان میں سے بہت سے مضامین جدید تالیف "کیا تبلیغی کام ضروری ہے" میں بہت کثرت سے شائع ہو چکے ہیں مگر بہت سے احباب کا بالخصوص مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا حضرت شیخ پر عرصہ سے اصرار تھا کہ ان عام و مشہور اعتراضات کے متعلق جو ہر شخص کی زبان پر دوسروں کے کہنے سے آتے رہتے ہیں آپ ایک مختصر رسالہ ضرور لکھدیں کہ وہ تبلیغی احباب بالخصوص امرار تبلیغ کے پاس رہے جس کو وہ وقتاً فوقتاً دیکھتے بھی رہیں۔ اس لئے حضرت شیخ دام مجدہم نے اپنی انتہائی معذوری مشاغل، اضیاف کے ہجوم اور امراض کثیرہ کے باوجود یہ رسالہ انتہائی عجلت میں ایک ہفتہ میں تالیف فرمایا۔ قیمت ۴/۰۰ مجلد ۴/۵۰

تاریخ مظاہر

یہ رسالہ حضرت شیخ دام مجدہم کی ابتدائی تالیف ہے ۱۳۵۰ھ میں جب حضرت طلب علم سے فارغ ہونے کے بعد مسند علم پر فائز ہوئے تو دو رسالے مشائخ چشتیہ اور احوال مظاہر علوم لکھنا شروع کئے تھے جن کا ذکر آپ بیتی ۲ میں تفصیل سے گذر چکا یہ مظاہر علوم کے ابتدائی پچاس سال یعنی ۱۲۸۳ھ سے لیکر ۱۳۳۲ھ تک کے سنہ وار مظاہر کی روداد ہے جو باوجود مختصر ہونے کے ہر سال کے تغیرات حوادث تقررات و اسماء فارغین پر مشتمل ہے قیمت ۱/۰

ملنے کا پتہ "کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور" یہ جدید تالیفات ہیں مفصل فہرست

کتب خانہ یحیوی متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

سے طلب کریں